فکری، اصلاحی، دینی مجلہ
ماہنامہ

حوصلہ

جلد ۱
شمارہ ۸
MONTHLY HOSLA
جنوری ۲۰۱۶ء۔ ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

نریندر مودی کا دورہ پاکستان

مضمرات، اثرات اور نتائج کے آئینے میں!

قرآن کی عظمت و اہمیت

”ان اللہ یرفع بہذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین“

گرتے ہوئے زمین کے خدا

طاغوتی طاقتوں کا عروج و زوال اور تباہی

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گماں سے ورا ہے مقامِ محمد ﷺ
پیامِ خدا ہے پیامِ محمد ﷺ

امانت ، دیانت، شرافت، صداقت
ہے بالا جہاں سے نظامِ محمد ﷺ

شریعت خدا کی، چلن زندگی کا
سکھاتا ہے کیا کیا کلامِ محمد ﷺ

زباں پر جو آئے وہ اسمِ گرامی
تو واجب ہے پھر احترامِ محمد ﷺ

کرم یہ خدا کا ہے ہم عاصیوں پر
کہ جاری ہے لب پر سلامِ محمد ﷺ

ملی رب سے توفیق مدحت سرائی
بیاں کر رہا ہے غلامِ محمد ﷺ

ملی دل کو راحت ،سکوں زندگی کو
لیا جب بھی ذیشان، نامِ محمد ﷺ

محمد ذیشان نصر

فکری، اصلاحی، دینی مجلہ
ماہنامہ
حوصلہ
جلد ۱
شمارہ ۸
MONTHLY HOSLA
جنوری ۲۰۱۶ء۔ ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

صفحاتِ مجلّہ

اداریہ	5
حب دنیا اور بعث کا انکار	7
حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ	11
نگاہِ حرام، شریعت کی نظر میں	13
گرتے ہوئے زمین کے خدا	18
ازدواجی زندگی میں بیوی کے فرائض اور شوہر کے حقوق	21
پولیس مقابلے۔۔۔جائزہ، تجاویز	26
قرآن کریم کی عظمت و اہمیت	31
اسلام میں عورت کا مقام	33
معاشرے کو اقدار و اخلاق کی تلاش	37
سود اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ	39
نماز اور صحت، ایک سائنسی رپورٹ	41
عمر بن عبدالعزیزؒ کا دسترخوان	44
کیا مذہب خوف اور لالچ۔۔۔	47

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔
اِنَّ اللّٰہَ لَیَزَعُ بِالسُّلْطَانِ مَا لَا یَزَعُ بِالْقُرْاٰنِ۔
یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ (اسلامی) حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کا سدِ باب کر دیتے ہیں جن کا سدِ باب قرآن سے نہیں کرتے۔
(تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۹، البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۱۰، کنز العمال)

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔
اَلْاِسْلَامُ وَالسُّلْطَانُ اَخَوَانِ تَوْاَمَانِ لَا یَصْلَحُ وَاحِدٌ مِّنْھُمَا اِلَّا بِصَاحِبٍ فَالْاِسْلَامُ اُسٌّ وَالسُّلْطَانُ حَارِسٌ وَمَا لَا اُسَّ لَہٗ یَنْھَدِمُ وَمَا لَا حَارِسَ لَہٗ ضَائِعٌ
اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت (بنیاد) کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے، جس عمارت کی بنیاد نہ ہو، وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو، وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔
(کنز العمال)

monthlyhosla@gmail.com
azaansahar@gmail.com

اپنی مفید آراء، مثبت تجاویز اور پُر مغز تحریریں اس برقی پتہ پر ارسال کریں۔

www.azaan.pk/blog
facebook.com/ehtadal
twitter.com/molanaismatulah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

درسِ قرآن

ترجمہ۔۔اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی ذمہ داری نہیں دیتے،
اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو (سب کا حال) ٹھیک ٹھیک بول دے گی،
اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ (المومنون:۶۲)

گزشتہ آیات میں جن اعمال خیر کی مدح فرمائی تھی اب ان آیات میں ان کی ترغیب دیتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ وہ افعال واعمال جو خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں کچھ دشوار نہیں بلکہ آسان ہیں اور جن لوگوں کو ان نیکیوں کی طرف رغبت نہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ احکام اسلام سخت اور دشوار ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تکبر اور غرور کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جب خدا کا عذاب دیکھتے ہیں تب ہوش آتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور جن اعمال خیر میں اہل ایمان مسارعت اور مسابقت کر رہے ہیں، یہ اعمال کچھ دشوار نہیں بلکہ آسان ہیں اس لیے کہ ہم کسی شخص کو اس کی وسعت اور طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ مثلاً جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے وہ بیٹھ کر پڑھ لے وغیرہ وغیرہ یعنی ہم بندہ کو اسی کام کا حکم دیتے ہیں جس کی وہ قدرت اور طاقت رکھتا ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے یعنی ہر شخص کا نامہ اعمال ہمارے پاس محفوظ ہے جو قیامت کے دن لوگوں کا حال سچائی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک بیان کر دے گی خلاف واقع اس میں کچھ نہیں لکھا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بایں طور کر جو انہوں نے نہیں کیا وہ لکھ دیا جائے اور جو کیا ہے اس کو نہ لکھا جائے ''کتاب'' سے اس جگہ انھمائے اعمال مراد ہیں جن کو قیامت کے دن خود پڑھ لیں گے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ **ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون** اور نطق سے مراد بیان اور اظہار ہے اور مطلب یہ ہے کہ نامہ اعمال قیامت کے دن تمہارے سب کاموں کو ٹھیک ٹھیک بتلا دے گا اور بدون کمی اور زیادتی تمہارے اعمال کو ظاہر کر دے گا کوئی بات اس میں خلاف واقع نہ ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ کہ حق تعالیٰ نے نامھائے اعمال کی شہادت کے متعلق جو خبر دی ہے وہ حق اور صدق ہے کفار یہ باتیں سن کر خیرات یعنی نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف رغبت نہیں کرتے بلکہ ان کے دل اس طرف سے غفلت اور حیرت میں پڑے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے لیے سوائے کفر اور شرک اور انکار قرآن کے اور بھی برے عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں اور اسی طرح برابر شک اور غفلت میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ جب ہم ان کے دولتمند اور آسودہ حال لوگوں کو آفت اور مصیبت میں پکڑیں گے تو فوراً بلبلائیں گے۔ اور اگر یہ وزاری کریں گے اس وقت غفلت کا پردہ آنکھوں سے اٹھے گا اور غرور ونخوت کا سارا نشہ کافور ہو جائے گا اس وقت ان کو ہماری طرف سے یہ کہا جائے گا آج تم بلبلاؤ نہیں اس میں شک نہیں آج تم ہماری طرف سے مدد نہ دیئے جاؤ گے یعنی تمہارا یہ بلبلانا اور گڑگڑانا بے سود ہے اور تم ہمارے عذاب سے رہائی نہیں پاؤ گے۔ کیونکہ تم پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو تم ان کو حقارت اور نفرت سے سنتے تھے اور تم اپنی ایڑیوں پر لوٹ جاتے تھے تکبر کرتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے اور قرآن کو افسانہ اور مشغلہ بناتے ہوئے اور قرآن اور صاحب قرآن کی شان میں بیہودہ باتیں بکتے ہوئے افسوس کا عذاب سے بچنا ممکن نہیں جو قرآن سے اعراض کریں اور افسانوں اور ناولوں مشغول رہیں۔

اداریہ

حرفِ حق

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ بھارت پاکستان کا ازلی و ابدی دشمن ہے۔ وہ کبھی بھی سرزمین پاکستان کو مستحکم اور ترقی کے زینے چڑھتے نہیں دیکھ سکتا، پھر وہ راستہ اور وہ طریقہ جس سے اہل اسلام و پاکستان کو گزند پہنچے ہمیشہ اختیار کرتا چلا آیا ہے۔ لہذا تین بڑی جنگیں بھارت پاکستان پر مسلط کر چکا ہے۔ کوئی موقع بھی بھارت نے پاکستان کو گزند پہنچانے کا ضائع نہیں ہونے دیتا۔ مکتی باہنی کی تحریک کے ذریعے ۱۹۷۱ء میں بھارت نے جو زخم لگایا وہ کبھی بھی مندمل نہیں ہوسکتا۔ پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو قومی نظریہ خلیج بنگال میں دفن کرنے کا اعلان کیا۔ سرزمین کشمیر پر قابض رہ کر پاکستان کے پانیوں پر اپنی اجارہ داری قائم رکھی اور اب پاکستان کو مستقبل میں پانی کا مسئلہ بھارت کی بدولت درپیش آرہا ہے۔ بلوچ علیحدگی پسند تحریک کی بھارت تین مرتبہ کمر تھپتھپا چکا ہے۔ پاکستان میں ہونے والے آئے روز دھماکوں کے پیچھے حکمرانوں کا ہمیشہ دعویٰ رہا ہے کہ بھارت کی خفیہ ایجنسیوں کا ہاتھ ہے بھارت افغانستان کی سرزمین پر اربوں روپے خرچ کر کے پاک افغان کشیدگی بڑھا رہا ہے۔ پاک و چین اقتصادی راہداری منصوبے پر وہ اعتراض اٹھانے کے ساتھ ساتھ اس منصوبے کی تباہی کے لئے کروڑوں ڈالر بجٹ مقرر کر چکا ہے۔ ۲۰۱۵ء میں براہ راست ۴۷ پاکستان کے شہریوں کو گولی و بارود کی نظر کر چکا ہے۔ پاکستان کے دینی و مذہبی و جہادی لیڈر تو کجا بھارت میں پاکستان کے ڈوم میراثی (اداکار و فنکار) بھی انتہا پسند ہندوؤں کو کھٹکتے ہیں۔ حکومتی سرپرستی میں ایسی جماعتوں کی حوصلہ افزائی اور پرورش ہو رہی ہے جو پاکستان اور مسلمانوں کو مٹانے لاہور اور اسلام آباد کو تاراج کرنے کا پُر زور ایجنڈا بیان کرتے ہیں۔ بنفس نفیس مودی گجرات و احمد آباد کے ہزاروں مسلمانوں کا قاتل ہے۔ ان سب زمینی حقیقتوں کو کوئی بھی ذی شعور محب اسلام و پاکستانی شہری جھٹلا نہیں سکتا۔ مودی جیسے شخص کا پاکستان میں استقبال اور اس کی آمد پر باچھیں کھل اٹھیں۔ سمجھ سے بالاتر ہے آخر پاکستانی حکمرانوں کو خودداری و حمیت اپنے ملک کے وقار و عزت اور اپنے شہریوں کے لہو کی کب قیمت کا احساس ہوگا؟ کیا یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ بھارتی حکمرانوں کو موقع ملے اور وہ پاکستان پر حملہ آور نہ ہوں۔ پاکستانی حکمرانوں کی خوش گمانی نے جذبہ خیر سگالی پر مجبور کر رکھا ہے۔ کیا بھارت نے افغانستان میں پاکستان کے مفادات پر حملہ آور نہ ہونے کا عندیہ دیا ہے؟ کیا بھارت نے بگلیار ڈیم سمیت دیگر ڈیموں میں پانی نہ روکنے کی خوشخبری سنائی ہے؟ کیا بھارت یہ یقین دہانی کروا چکا ہے کہ وہ کشمیروں کو اُن کا حق آزادی تسلیم کر رہا ہے؟ کیا بھارت نے بلوچستان میں علیحدگی پسند تحریکوں سے لاتعلق رہنے کا وعدہ کر لیا ہے؟ کیا اب بھارتیوں کے ذہنوں میں اکھنڈ بھارت کا نشہ ہرن ہوگیا ہے؟ کیا پاکستانی بازار اور بالخصوص کراچی میں بھارت نے اپنے خفیہ مشن روک دیئے ہیں؟ کچھ بھی نہیں۔۔ اور یقیناً نہیں، پھر وہ کونسی تبدیلی رونما ہوئی کہ اچانک پاک بھارت وزراء اعظم ماسکو میں گھل مل گئے۔ پھر بھارتی وزیر خارجہ ششما سوراج پاکستانی دوڑتی چلی آئیں۔ اب اور ہندو وزیر اعظم آدھمکے۔ جاتی عمرہ کا ''عمرہ'' کر کے گھر کی راہ لی۔ نریندر مودی

جی کو بھانجے بھتیجے اور گھر کے افراد کا فرداً فرداً تعارف کروایا گیا۔کیا صدر وزیر اعظم ،آرمی چیف، سطح کے عہدے واضح دشمن ملک سے ذاتی تعلقات مراسم کے اہل ہوتے ہیں؟ آپ وزارت اعظمیٰ چھوڑے پھر مراسم بڑھا لیجئے مگر اس طرز کا رویہ ضرور بضرور پاکستان کے شہریوں کے دل میں شکوک وشبہات کو جنم دے گا اور ایسا ہونا فطری عمل ہے۔کچھ باخبر ذرائع تو یہ دعویٰ بھی کررہے ہیں کہ اس دورے میں انٹیلی جنس اداروں کے افراد کو قریب بھی نہیں بھٹکنے دیا۔تاریخ خود کو دہراتی ہے۔واجپائی کے دورہ لاہور نے فوج اور سول حکومت میں دراڑھ کو کچھ گہرا کردیا تھا۔مجھے یقین ہے اس مرتبہ بھی جی،ایچ، کیو کی پشانی پر پسینہ ضرور ظاہر ہوا ہوگا۔سول حکومت کے اس اقدام سے ملکی سلامتی کے اداروں کے کان کھڑے ضرور ہوئے ہونگے جو مستقبل میں فوج اور سول انتظامیہ میں پہلے سے موجود فاصلے کو بڑھانے میں اہم عنصر بنے گا۔حکمرانوں سے گزارش ہے کہ ملک اور پاکستانی عوام پر رحم کھائیں۔ بھارتی اور بلخصوص مودی سرکار کی اس بھیانک چل سے مطمئن نہ ہوں بلکہ بھارت ہمیں گہری نیند سلا کر اور بے پرواہ کر کے آخری اور حتمی مار مارنا چاہ رہا ہے۔اس کے منصوبہ سازوں میں بھارت،اسرائیل اور امریکہ شامل ہیں۔ان غیر سفارتی دوروں پر مطمئن ہونے کے بجائے سرحدوں کی حفاظت کا یقینی انتظام پر توجہ دی جائے۔ ہمارے حق میں یہی بہتر ہے۔

مدارسہ دینیہ طاغوت اکبر کے نشانے

امریکہ ایک بار پھر پاکستان کے مدارس کو لے کر پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ ڈالنے لگا ہے کہ مدارس شدت پسندی کو فروغ دینے میں ملوث ہیں۔لہذا مدارس کا ناطقہ بند کیا جائے تا کہ اسلامی تعلیمات کے فروغ کے ان چشموں کے سوتے خشک ہوجائیں۔اہل اسلام فکری ونظریاتی آپاہج ہوجائیں۔عالم کفر کی دیرینہ خواہش رہی ہے کہ عالم اسلام وحی آسمانی اور فرمان رسولؐ سے پھیلتے نور کی قندیلیں بجھا دیں۔اس لئے مدارس پر دہشتگردی اور انتہا پسند کے فروغ کے الزامات لگا کر وہ اپنے اصل ہدف کے حصول کے لئے سرگرم ہیں ماضی قریب میں عراق کی بزعمِ خود’’ دولۃ السلامیہ عراق وشام‘‘ کو مغرب سے بیس ہزار مجاہد دستیاب ہوئے،مغرب اور امریکی کانگریس اس کی وضاحت کرسکتے ہیں کہ سب کے سب مغرب میں موجود کن مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔سورج کو انگلی کے پیچھے چھپانے کی ہمیں مغرب کوشش کرتا رہا ہے۔ریت میں سر دینے سے خطرات کم نہیں ہوتے ،مغرب کو مدارس کی مشکیں کسنے کے بجائے اپنی اسلام مخالف مہم اور دورنگی کا جائزہ لینا ہوگا۔بجائے اہل اسلام کے قتل عام میں شریک ہونے اور عالم اسلام کی معتبر اشخاص کی بے حرمتی کی حوصلہ افزائی کے،ان راہوں کو اختیار کرنا ہوگا جس سے عالم اسلام کا غصہ اور اشتعال کم ہو۔امریکی کانگریس کی خارجہ کمیٹی کے ارکان نے پاکستان میں بلخصوص دیوبندی مکتبہ فکر کو اپنے لئے خطرات کہا ہے اور شدت پسندی کے فروغ میں ملوث قرار دیا ہے۔۔۔۔رپورٹ کے مطابق کمیٹی نے پاکستانی حکومت سے ایسے مدارس کو بند کرنے کا مطالبہ کیا ہے جو شدت پسندي کو فروغ دے رہے ہیں اور پاکستان پر امریکی پالیسی میں تبدیلی کا بھی مشورہ دیا ہے۔ایوان نمائندگان میں خارجہ امور کی کمیٹی کے سربرا ایڈ رائس نے کہا ہے کہ خلیجی ممالک سے آنے والے پیسوں سے چلنے والے پاکستان کے دیوبندی مدارس نفرت کا وہ پیغام پھیلا رہے ہیں جس سے وہاں کے طلبا میں دہشت گردی کی طرف رجحان بڑھتا ہے۔اس کا کہنا تھا ’اس میں کوئی حیرت والی بات نہیں ہے کہ سان برنارڈینو کی حملہ آوروں میں سے ایک،تاشفین ملک،ایسے ہی پاکستانی مدرسے میں زیر تعلیم تھیں جہاں ایک خاص طرح کی شدت پسندي کی تعلیم دی جاتی ہے۔‘ایڈ رائس کا کہنا تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ ایک مضبوط شراکت داری کے حق میں ہیں لیکن امریکی پالیسي میں بڑی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔اس کا کہنا تھا کہ نئی پالیسی کے تحت ایک بات یہ ہوسکتی ہے کہ جو پاکستانی اہلکار شدت پسندی سے منسلک اداروں کے ساتھ تعلقات رکھتے ہوں ان پر معاشي پابندیاں اور ان کی آمدورفت پر روک لگانے کی ضرورت ہے۔اس کا کہنا تھا ’اس سے یہ پیغام جائے گا کہ پاکستان اور امریکہ صحیح معنوں میں اس وقت تک سٹریٹیجک پارٹنرز نہیں بن سکتے جب تک پاکستانی فوج دہشت گرد اداروں سے اپنے تعلقات پوری طرح سے ختم نہیں کرتی۔‘‘امریکہ یہ چاہتا ہے کہ مدارس کا گلا گھونٹ دیا جائے تا کہ اہل اسلام روح محمد ﷺ سے نا آشنا ہو جائیں۔۔۔۔۔۔۔۔مگر پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حب دنیا اور بعث کا انکار

ابراہیم ابن متی

شیاطین جنوں کا آزادی کے ساتھ قلب میں آتے ہیں اور گہرے دھواں کے ساتھ اس کو کالا کرتے ہیں اور روشنی سے محروم اور روشنی کی طرف سے سفر سے بھی۔ مسئلہ کوئی عام نہیں مرض کوئی ابتدائی مراحل میں نہیں، دور فتن سے اور فتن شدید ہے کہ اس نے رگ رگ کو متاثر کر ڈالا ہے انسانی جلد اور اس کے نیچے جو کچھ ہے اس کو بیمار کر ڈالا ہے اور قلب جو بادشاہ تھا جسم میں وہ لاغر ہو گیا ہے اور اس کا حکم اس کی سپاہ پر نہیں چلتا اس لیے جدھر چاہے آنکھ اٹھتی ہے اور جدھر قدم چاہیں ادھر قدم اٹھتے ہیں اور ''نفس'' کی بادشاہی ہے اور ایک ایسا دشمن جو اندر اس جسم کے موجود، جس کو دشمن سمجھنا تھا انسان نے اسے اپنا بہترین دوست بنا ڈالا ہے، اور اس کی وجہ سے اندھیروں کی طرف سفر سرعت اور رفتار کے ساتھ جاری ہے ایسا سفر کے جو بوڑھے کو بوڑھا نہیں ہونے دے رہا اور حیا کو شرم کو ٹھہرنے نہیں دے رہا، جہاں اندھیرے ہی اندھیرے اور بہت شور اور بہت زیادہ لوگوں کا ساتھ، اس شور اور بہت لوگوں کے ساتھ کہ وجہ سے ان گہرے اور خطرناک اندھیروں میں بھی انسان خود کو تنہا نہیں سمجھتا اور اسی وجہ سے خود پر اعتماد ہے کہ سب ٹھیک اور کوئی خطرہ نہیں۔ جدید علوم کا فتنہ ہے اس وقت عروج پر اور یہ فتنہ قدیم ہے کوئی نیا نہیں۔ آئیں اوراق کو الٹتے ہیں کہ کس طرح ابلیس نے جدید علوم کی بنیاد پر زندگی میں آسائشوں کے نام پر نفس کی خواہش کو پورا کرنے کیلیے کس کس طرح کی اشیا کے سیلاب بہائے۔ کیسے کیسے انسان دنیا کی راحت اور مال اسباب حاصل کرنے کے بعد جری ہوا اور کس طرح اس حب دنیا اور جاہ وجلال کی چاہت اور

اور لوگ نڈر ہو گئے اور دلیری بڑھی اور جس معاملہ کا خوف رکھنا فرض تھا اس سے بے خوف ہوئے اور جس کا خوف نہیں رکھنا تھا اس کے خوف میں مبتلا ہوئے اور یہ ایسے ہوا کہ شیطان نے اپنا داؤ چلا اور جو کمزور تھے اور رب تعالی کے عطا کردہ مقام عبودیت سے دور اور اس مقام کی چاہت سے محروم تھے انھوں نے شیطان کے حکم پر لبیک کہا۔ شیطان غربت سے ڈراتا ہے اور حکم دیتا ہے فحاشی کا الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦٨﴾ سورۃ البقرۃ شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔۔۔ ڈراتا ہے کہ غریب ہو جاؤ گے اور ترغیب دیتا ہے کہ مال کماؤ اور ایسی

مشورے دیتا ہے کہ تباہ کر ڈالتا ہے۔۔۔۔ اور لوگوں نے اس اس دھمکی کو مان لیا اور نفس نے اس کو سچ سمجھا اور غلط راستے پر چل نکلا اور مال کی ہوس ہے پاگل کر ڈالا۔۔ اب دنیا، دنیا، دنیا۔۔ اور اس کی شدید طلب نے راستہ سے ہٹا ڈالا اور انسان دنیا اور دینار کا بندہ بن گیا اور حرام وحلال کی تمیز ختم ہوئی شیطان کی جو مانتا ہے اب مال آ گیا۔ اب۔۔۔ شیطان حکم دیتا ہے فحاشی کا پچھلے دھمکایا اب اس بندہ بدبخت نے اس کی مان لی۔۔ ہاں اب حکم دے گا کہ جو مال کمایا اس کو فحاشی پر لگاؤ۔ اور لوگ واقعی ڈر گے اور اس خوف کی وجہ سے اس راہ چلے کہ جہاں ان کے قلب اپنی بصارت سے محروم ہوئے اور فرشتوں کا داخلہ ان قلوب میں بند ہوا اور گھر ان فرشتوں کی آمد کے لیے بند کر ڈالے انھیں لوگوں نے خود اور اب راج ہے ابلیس کا اور اس کے

حصول نے اسے غافل کیا اور اس کے نتیجہ میں اس نے بعث کا انکار کیا اور یہ کہا ''مجھے کچھ نہیں ہونے والا''اور جو کچھ اس کے پاس تھا اس کے حصول کے لیے اور اس کی محبت میں ایسا بے ہوش ہو، ا ایسا گم ہوا کہ موت کے بعد کی زندگی کا انکار کر ڈالا اور اس طرح کفر کی اس تاریک وادی میں قدم رکھا کہ جب جڑ کاٹ ڈالی گی تب ہوش آیا۔ جدید ترقی اور مالی حالت کے بہتر ہونے کے باعث دل کی کیفیت کچھ اس طرح تبدیل ہو جاتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے جو کچھ اس کے پاس ہے وہ کبھی بھی اس سے چھنے گا نہیں اور جس طرح وہ اس جہاں میں آسودہ حال ہے اگلا جہاں میں بھی اس کے لیے اسی طرح آسانی ہوگی ۔۔۔ سمجھ میں یہ آیا ہے کہ اس دور میں خاص طور پر اللہ تعالی کے علاوہ جو دوسرا معبود انسانوں نے بنا رکھا ہے وہ ہے جدید علوم ، اور ان علوم کے حصول کے بعد انسان کی خوداعتمادی اس قدر بڑھی ہے کہ سارا دن کی گفتگو میں اس کے بیان اس طرح ہوتے ہیں کہ۔ میرا خیال ہے یہ کام ایسے ھونا چاہیے میرا خیال ہے ایسے ۔۔۔ میرا خیال ۔۔۔ میرا خیال ۔۔ میں ۔۔ میں ۔۔۔ انسان کو آج اپنے علم پر تکبر ہے اس کا دارومدار اور اعتماد اسباب پر ہے مسبب الاسباب پر نہیں، ہاں رب کو مانتا ہے لیکن یہ نہیں مانتا کہ کائنات کو وہی رب چلا رہا ہے، اللہ تعالی کو مانتا ہے ۔۔۔ لیکن یہ نہیں مانتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ کھڑا کیا جائے گا اور جہاں لوگوں کہ حالت یہ ہے وہاں حق کا طالب حق کا راہی اور صراط مستقیم کی طرف راغب اس حالت میں ہے معاملہ ہر اس شخص کا ہے کہ جو بیدار ہوا ہے۔ اپنی چاہت میں تنہا ہوتے چلے گے اور ہماری پسند اور خواہش نے ہمیں اپنوں میں تنہا اور اکیلا کر ڈالا ۔۔ اور ہم نے تبدیل ہونے سے انکار کیا اور دریا کے بھاؤ کے ساتھ بہنے سے اختلاف کیا اور اپنا تشخص بچانے کے لیے سعی کی اور کوشش جس میں اعضا کا شامل ہونا ساتھ خواہش کے لازم تھا اور ہمارے قریب جو ہمارے تھے وہ اس رنگ میں جس میں رنگے تھے محروم ہو کیونکہ رنگ کچا تھا اور معاشرہ کی اقدار کی بنیاد کمزور ہو چکی تھی اور رنگ اترتا چلا گیا اور وہ کی رنگوں میں رنگے گے۔ ہم اپنے رنگ کی طرف دیکھ کر کہ وہ معدوم ہو رہا ہے حیران ہوئے اور پریشانی کے عالم میں فکر کو جوان کیا اور حزن نے دل کو گھیر لیا اور وہ آنکھیں جو دل کے کالا اور سخت ہونے کی وجہ سے آنسوؤں کی گرمی اور اس ذایقہ سے محروم تھیں دوبارہ سے پانی بھانے لگیں پہلے نمی اور پھر قطرہ قطرہ اور پھر رواں ہوا وہی پانی کہ جس کے بارے یہ سنا تھا کہ رسول کریم کی مبارک آنکھوں سے جاری ہوتا تھا وہی جو سیدنا عمرؓ کے چھرے پر نشان چھوڑ گیا ۔۔ ہاں محبت اور فکر کا عالم وہ توانا تھا نا ہے لیکن اثر تو وہی ہے اور فکر تو وہی اور خواہش بھی تو وہی ۔۔۔ اور اس طرح ہم نے اپنے رنگ کو خود پر گھرا ہونے کے لیے موقع فراہم کیا اور دل جیسے جیسے مخبط ہوا ویسے ویسے رنگ نے جگہ پکڑی اور ہم اس رنگ کو جو اصل تھا خود پر گہرا ہوتے دیکھتے اپنوں سے دور ہوتے چلے گے اور اپنوں نے ہمیں دور کر ڈالا ۔۔۔ اور ہم اپنوں میں اپنی زمین اور اپنی جگہ پر اجنبی ہو گے

خود کی طرف نظر اٹھتی ہے ٹھہر جاتی ہے قلب میں اک کسک ہے ہر وقت جو جگاتی ہے نہیں سونے دیتی ندامت اور پشیمانی اور بغاوت کی لہریں جیسے کسی جھیل پر ہوا چلے تو پانی کا بھاؤ کسی اور سمت چلنے لگ جائے۔ ہاں مجھے جو ہم سے کھو گیا اس پانے کی حسرت ہے ۔۔ شدید ہوتی جا رہی ہے یہ خواہش جو چھین کر لے گے ہیں سب کچھ میری قوم تو ان کے ساتھ ملی ہے اس قوم کا جو ہم واپس چاہتے ہیں ۔۔۔ اے میری قوم کے لوگو تم لٹ چکے ہو اور راہزنوں کے ساتھ مل چکے ہو میرا غم کیا یہی مجھے ختم کر ڈالنے کیلیے کافی نا ہے؟ لیکن یہ اپنے پرائے ہو جاتے ہیں اور تاریخ بتاتی ہے پرائے اپنے ہو جاتے ہیں، یہ سنت ہے رب تعالی کی کہ لوگوں کو دور کر دیتا اور ان کو قریب کے جن کو چاہے اور جن کے دل مخبط ہوں

اے میری قوم جو چشمے سوکھ گئے ہیں ان کی فکر کرو ۔۔۔ زم زم کو بہنے سے روک ڈالا تم نے اور آسمان سے اترتی خیر کی ہواؤں کو خود تک پہنچنے سے روک ڈالا تم نے ۔۔۔ اور تمھیں فرشتوں کی آوازیں کیوں سنائی نہیں دیتی ہیں

کیوں اس طوفان سے جو تباہ کر ڈالے گا اس سے بے فکر ہو

دیکھو تو سہی کے آسمان کے کنارے کالے سیاہ رنگ کی چادر پہنے اسے اوڑھتے ہوئے نظر آرہے ہیں

دیکھو تو سہی کہ دریا اور سمندر اس کیفیت کا اشارہ دے رہے ہیں کہ عنقریب یہ سیاہ و لال آگ سے بھر جائیں گے

ان پہاڑوں کو دیکھو یہ مقام سے سرکنے والے ہیں

اور اس زمین کو لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا

اور ہوائیں جلا ڈالیں گی

اور اے میری قوم تم کیسے بے فکر ہو اور کس طرح غافل ہو

اور مجھے تنہا کیوں چھوڑ کر کیوں سمجھ بیٹھے ہو کہ بچ جاؤ گے

ہاں یہی تو کہا تھا اس مومن نے صاحب جنتین کو اس طرح کا تو کیا تھا کہ کیوں نہ کہا تو نے جب تو ان باغوں میں داخل ہور ہا تھا تو کھتا "

﴿٣٧﴾ لَّـٰكِنَّا هُوَ اللَّـهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا
﴿٣٨﴾ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّـهُ لَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّـهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾
فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا
حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًاہ

کیوں نہ کہا اس صاحب جنتین یہ

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىہُ وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ

اور اس دور میں کیا عمومی کیفیت یہ نہیں ہے؟

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ

اور اللہ تعالی کی دھمکی یہ ہے

كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٤﴾
كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ﴿٥﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ﴿٦﴾
ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسۡئَـلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ
النَّعِيۡمِ ﴿٨﴾

اور جو شیطان کہتا ہے وہ جھوٹ ہے اور جو رب تعالی کہتا ہے وہ حق ہے۔ ہم تو حیران ہیں اور خود سے پریشان کہ ایسے فتن کے دور میں ہیں کہ اپنا بھی اعتبار بھی نہیں رہا، اصلاح معاشرہ کا اہم ترین فریضہ ادا کرنا بھی لازم ہے اور جماعت کا کام ہے مل کر اس پر کام کرے اور اس دور میں جہاں امارت اسلامی کی صورت ایک امید اور ایک روشنی اٹھتی ھوئی اندھیروں کو چیرتی ھوئی بلند نظر آتی ہے اللہ تعالی اس مینار کو بلندر کھے اور اس روشن چراغ کو جلائے رکھے ہمیں تو امید ہے ان چراغوں کے جلنے سے اور قوت ملتی ہے ہمارے قلوب کو ان شاہینوں کی بلند پرواز کو دیکھ کر۔ بات کو واپس لاتے ہیں کہ کیسے لوگوں نے بعث کا انکار کیا اور کس طرح وہ اصل سے غافل ہوئے اور کیسے لغویات کی طرف بھاگے اور کیسے لغویات نے ان سے خشوع کو چھین لیا اور ان لغویات کی وجہ سے کیسے وہ ربانی علوم سے محروم ہوئے اور ان لغویات کی وجہ کس طرح سرکش گھوڑا جو خود کا نفس ہے بے قابو ہوا اور سوار اب گھوڑے کو قابو کیسے کرسکتا ہے کہ جب وہ ایک اناڑی اور کمزور سوار ہے اور گھوڑا زور آور اور نہایت وحشی ہے۔۔۔اور سوچیئے کہ بعث کے انکار نے لوگوں کو تھکا ڈالا ہے ان کو بے چین کر ڈالا ہے۔ یہ زمین اللہ تعالی کی کتنی خوبصورت ہے اور کتنی اعلی اور کیسے کیسے نظارے اور اس کے حسن لطف اندوز ہونے کو لوگ محروم ہوئے اور لوگ بھاگ بھاگ کر تھک گیے ہیں اور روز محشر جس نے جتنا بعث کا نکار شدید کیا اس کی تھکاوٹ بھی اتنی شدید ہوگی ۔۔ جدید علوم کے حصول نے اس وقت کے انسان کو ایک ایسی کیفیت میں لا کھڑا کیا ہے کہ کامیابی کا معیار اب اس دور کی سہولیات کے حصول کو سمجھ لیا گیا اور اب نئے رشتے اور نئے گروہ بنے ہیں اور انسان تنہا سے تنہا ہوتا چلا جا رہے، یہاں تک کہ ماحول کی آلودگی نے اس سے نیلے آسمان کو بھی چھین لیا ہے فضائیں گرد و غبار سے آلودہ ہیں اور قدرتی وسائل کو اس برے طریقے سے اپنی خواہشات کے حصول کے لیے لگایا جا رھا ہے کہ زمین بھی امان امان پکار رہی ہے، درختوں کو کاٹ ڈالا اور زمین کو کھوڈ ڈالا ہے اور اس سے اس کے خزانوں کو صرف اور صرف اپنی سفلی خواہشات کو پرا کرنے لیے لوٹ لیا گیا ہے جدی علوم اور اس دنیا کی زینت نے گمراہ کر ڈالا اور یہی ہوا کہ صاحب جنتین (دو باغوں) والے مالک کو قیامت بارے ش ک ہوا اور اس نے اپنا مال اپنی املاک اور اپنا اختیار دیکھتے ہوئے بلا اختیار کہا" ولین رددت ربی لاجدن خیر اسنہا منقلبا"

اگر مجھے اپنے رب کی طرف واپس بھی کیا گیا تو ضرور اس سے زیادہ شاندار جگہ پاوں گا'' اور اس دنیا کو دیکھ کر عارضی مقام کے استحکام کو دیکھ کر اس کو پا کر وہ ابدی مقام جس پر ایمان لانا لازم تھا اس کا انکار کیا اور شیطان نے اس کو اس دنیا میں بہت لمبی امید کا شکار کر ڈالا اور یہاں یہ انسان برباد ہوگیا اور یہی ہو رہا ہے آج یہ دنیا جدید علوم کی وجہ سے اس مقام پر جا پہنچی ہے کہ انسان آسائشوں اور دنیاوی ضروریات میں تجاوز کرتا ہوا اس نہج پر جا پہنچا ہے کہ ایک کمرہ کے بعد دوسرے کو سجاتا ہے اور ایک شے کے حصول کے بعد اس کی نئی شکل کو پانے کیلیے بیتاب ہے۔۔۔ سیراب کی طرف دوڑتا ہے اور جو ہاتھ میں ہے اس سے چھوٹ جاتا ہے اور جو دور ہے اس کو پانے کے لئے دوڑتا ہے اور اس طرح اپنا تشخص کھو ڈالا ۔۔ ہر وقت دوڑتا ہے سانس پھولا ہوا اور دل تیز دھڑکتا ہے اور نگاہ ٹیڑھی ہوگی ہے اور محبت ختم ڈھیروں ڈھیر مال اور اس دنیا کی زینتیں، چمکتی روشنیاں اور ادھیرے کم کے آرام بھی ہو جاتا اور رات دن اور دن رات بن گے ہیں

یہ ہے کیفیت ۔۔۔۔۔ یہ ہے پریشانی ۔۔۔۔۔

توازن قائم نہیں رہا اور موازین ربانی گم گئے اور آج ہر انسان مثل ابوجہل اپنے اپنے موازین پر تولتا ہے الا ماشا اللہ تعالی۔ اولیا اللہ تعالی غربا کی کفیت میں لوگوں کی نظروں میں بے حیثیت اگر لوگوں میں

ہوں تو لوگ ان کی پرواہ اور ان کی قدر نہ کریں اور دنیا سے چلے جائیں یا ان لوگوں میں سے رخصت ہو جائیں ان کی کمی تک محسوس نہیں کی جاتی

یہ ہے قحط الرجال

یہ ہے قحط الرجال

یہ ہے دلوں کا اندھا ہو جانا

اور یہ ہے علم کا اٹھ جانا

اور یہ بربادی کی نشانی

اور یہ ہے حیرت افسوس اور تاسف کا مقام

اور یہ ہے لٹے ہوئے قافلے کی مثال

یہی ہو ہے جب اسباب پر توکل کیا جائے اور مسبب الاسباب پر ایمان اٹھ جائے ، اس دور کے انسان نے سمجھا جو چاہے کر سکتا ہے اور یہی سمجھا کہ اس دنیا کے معاملات میں کسی خالق و مالک کا کوئی اختیار و تصرف نہیں اور کیا اس سوچ کی وجہ سے حق باطل میں بدل جائے گا ؟ گیا گرد و غبار اور دھول کی وجہ سے آسمان چھپ جائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ آسمان ہے ہی نہیں ؟ کمروں میں بند رہنے اور دیواروں کے اندر خود کو قید کر لینے کے بعد کیا سمجھا انسان نے کہ کھلی فضائیں ہیں ہی نہیں؟ ہاں اس قید سے آزادی اب ضروری ہے ، اور اس سے آزادی ممکن ہے کوئی آئے تو سہی اور ہاتھ پکڑے اور ساتھ تو دے ، یقین تو کرے کہ یہ کچھ دن کی زندگی ہے اور اس کے بعد نا ختم ہونے والی زندگی اور نا ختم ہونے والا سلسلہ اور پھر ایک جماعت مشکلات میں اور ایک جماعت جنت میں ۔ او یہی معاملہ ہے کہ جس نے مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین کیا اور اللہ تعالی کے آگے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور جنت کے اور جہنم کے نظارے اپنی دل کی آنکھوں سے آج کیے اس پر اس دنیا کی حیثیت واضح ہو جائے گی ، جس عورت کو یہ بہت خوبصورت اور نوجوان سمجھ کر اس کی طرف راغب ہے اس کا اصل چہرا اس پر کھل جائے گا ایک ایسی بوڑھی اور بد بودار اور کراہت سے بھری ھوئی عورت جس کے کپڑے کالے اور پھٹے ھوئے اور جس کے جسم سے بد بو دور سے آتی ہو اور جس کا جسم گل سڑ رہا ہو اور اس کے داتنوں سے خون ٹپکتا ہو کون صاحب عقل ایسی عورت کی طرف نظر التفات سے دیکھے گا یا ایسی کی چاہت کرے گا

ہاں یاد رہے کہ جو بعث کا منکر ہے وہی اس عورت کی طرف رغبت کرتا ہے اور اس سے لطف اندوز ہوتا ہے یاد رہے جو بھی موت کے بعد اٹھنے کا قائل ہے اور مانتا ہے کہ جنت و جہنم ہے اور حق ہے اور اس کا روز محشر پر ایمان کامل ہے اور وہ اس دنیا کو جان جائے گا اور وہی ہے جو بچ پائے گا اور یہی ہے وہ جو اللہ تعالی پر ایمان لانے والا ہے اور روز آخر پر اور حساب و کتاب کے دن پر یوم الدین ۔۔

فرشتے قطار اندر قطار اتریں گے اور رحمان کا عرش آٹھ عظیم فرشتے اٹھائے ہوئے اتریں گے ۔۔۔

ہاں ہم علم کے ساتھ یہ بات جان گئے ہیں الحمد للہ

اچھا یاد رہے قصہ مختصر یہ ہے کہ ابلیس انسان کا ازلی دشمن ہے اور اور اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ وہ بنی آدم کو اس دنیا اور آخرت دونوں میں تباہ کر دینے اور وہ اور اس کی افواج اس مشن کو مکمل قوت کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں اور اس دور میں ان کے آگے جو مضبوط ترین دیوار تھی وہ بھی گرا دی گی اور خلافت کا سایہ آج امت سے ہٹ چکا ہے اور وہ تمام وسائل دنیا جن کو خلافت اسلامی نے بچا کر رکھا ہوا تھا وہ آج تمام اللہ تعالی کے دشمنوں کے ہاتھ میں ہیں اور وہ ان کو لوٹ کر اور ان کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے نہیں تھک رہے اور ابلیس یہ بات جانتا ہے کہ بنی آدم اور مسلمان خاص طور پر اللہ تعالی کی ربوبیت کا انکار نہ کریں گے اس لیے اس نے جس منہج پر کام کیا ہے وہ ہے عقیدہ آخرت کو کمزور اور اس کو بدتریج ختم کرنے کی کوشش اور اپنے ماننے والوں کو اس راستے پر لگایا کہ کائنات کیسے تخلیق ہوئی ؟ آدم کیسے وجود میں آیا اور یہ کہا کہ انسان پہلے بندر تھا یہ جو نظر نہیں آتا اس پر یقین نہیں کرنا یہ فرشتے اور جنت اور جہنم یہ کہانیاں ہیں اور ان تمام خبروں کو پھیلانے اور شبہات کو بڑھانے کیلئے اس ابلیس کے کارندے جادوگروں کی صورت داعیان الحد و سائنس دانوں کی صورت میں نشر و اشاعت میں مصروف ہیں اس جنگ کو اس دور کو اس کیفیت کو بالکل معمولی نہ سمجھا جائے غفلت کا شکار انسان دراصل اس غفلت کا شکار کس سبب ھوا اس پر غور و فکر ضروری ہے اور بلاشبہ اللہ تعالی کا قران حق اور بہترین نصیحت ہے ۔ سمجھ میں یہ آیا ہے جس قوم میں بھی عقیدہ آخرت کمزور یا معدوم ہو جائے اس قوم کو اندھیروں میں لیکر جانے والے طواغیت بہت آسانی کے ساتھ اس عمل کو جاری رکھتے ہوئے کامیاب ہو جاتے ہیں اور سب سے بڑا طاغوت شیطان جس کا نام ابلیس بھی ہے اسی طرح اس بنی آدم سے اپنا بدلہ لیتا آ رہا ہے ۔۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی فطرت میں توحید رچی بسی ہے ، اس اولاد آدم سے اللہ تعالی وعدہ لے چکا ہے

"الست بربکم قالوا بلی" الاعراف

اور اس انسان کی فطرت میں اللہ تعالی کا خوف موجود ہے ، ۔۔۔۔۔ بقیہ صفحہ نمبر (43) پر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ

مولانا محمد صدیق مدنی۔چمن

انسانوں کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انھیں نیکی اور بدی میں تمیز سکھائی جائے ۔ ان میں جو برائیاں پائی جاتی ہیں انھیں دور کر کے نیکی کا رستہ دکھایا جائے۔ان کی اخلاقی حالت کو بہتر بنا کر انھیں پاکیزہ کردار کا مالک بنایا جائے۔اس مقصد کے لئے وعظ ونصیحت کے ساتھ لازم ہے کہ ان کے سامنے بلند اخلاق اور پاکیزی کردار کا ایسا کامل نمونہ پیش کیا جائے جس کی پیروی کر کے وہ اپنی زندگی کو سنوار سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمھارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ حضور ﷺ کے نقش قدم پر چل کر ہی انسان بلند اخلاق کا مالک بن سکتا ہے۔حضور ﷺ کے اخلاق اس قدر بلند تھے کہ دوست تو دوست بد تر دشمن بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔جانی دشمنوں کو معاف کر دینا ، غلاموں اور کنیزوں سے اچھا سلوک کرنا ، بیماروں کی عیادت کرنا ، کمزوروں اورضعیفوں کو سہارا دینا اور اپنے پرائے سبھی کے ساتھ شفقت اور نرمی کا برتاؤ کرنے کی بے شمار مثالیں حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ملتی ہیں۔ایک دفعہ آپ ﷺ کہیں جا رہے تھے ۔راستے میں آپ ﷺ نے ایک کنیز کو دیکھا جو رو رہی تھی۔آپ ﷺ نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ بولی ”میری مالکہ نے مجھے سودا لینے بھیجا لیکن مجھ سے رقم کھو گئی ہے اس لیے میں پریشان ہوں“ حضور ﷺ نے اس کو رقم دے دی اور آگے روانہ ہو گئے۔تھوڑی دور جا کر مڑ کر دیکھا تو وہ کنیز بدستور رو رہی تھی۔آپ ﷺ نے اسے پاس بلا کر پوچھا کہ اب کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا مجھے بہت دیر ہو گئی ہے اتنی دیر سے گھر جاؤں گی تو گھر والے سزا دیں گے۔ حضور ﷺ کو بہت ترس آیا آپ ﷺ اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔گھر والوں کو سلام کیا اور فرمایا اس لڑکی کو سزا کا ڈر تھا اس لیے میں اس کے ساتھ آیا ہوں گھر والے حضور ﷺ کی تشریف آوری سے اتنے خوش ہوئے کہ انھوں نے اس کنیز کو آزاد کر دیا۔حضرت زیدؓ حضور ﷺ کے چہیتے غلام تھے۔اس زمانے میں غلاموں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا تھا لیکن نبی کریم ﷺ زیدؓ کو اولاد کی طرح رکھتے تھے۔ کچھ مدت بعد جب زیدؓ کے والد اور چچا کو پتا چلا کہ ان کا بیٹا مکہ میں ہے تو وہ اسے واپس لے جانے کے لیے مکے آئے اور انھوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی آپ ﷺ ہمارا بیٹا ہمیں دے دیں تو آپ جو معاوضہ مانگیں گے ہم دینے کو تیار ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کو بات کو غور اور توجہ سے سنا اور فرمایا میں لڑکے کو بلاتا ہوں اگر وہ آپ کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوا تو کسی معاوضے کے بغیر آپ اسے لے جا سکتے ہیں۔زیدؓ کو بلایا گیا اور ان کو ساری بات بتا کر ان کی مرضی پوچھی گئی تو زیدؓ نے فوراً جواب دیا میں حضور ﷺ کو چھوڑ کر کسی کے پاس جانے کو تیار نہیں ہوں زیدؓ کے والد اور چچا نے حیران ہو

> **ہمیں چاہیئے کہ حضور ﷺ کے طریقے پر چلیں اور مخلوق خدا کے ساتھ نرمی، محبت اور حسن سلوک کا رویہ اپنائیں۔اس میں ہماری دنیا اور آخرت کی بہتری ہے**

کر پوچھا کہ تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو! زید ؓ نے جواب دیا ''میں حضور ﷺ کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ اب میں کسی دوسرے کو حضور ﷺ پر ترجیح نہیں دے سکتا '' یہ جواب سن کر زید ؓ کے والد اور چچا انھیں حضور ﷺ کے پاس بخوشی چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

اپنوں سے حسن سلوک کی مثالیں تو بہت ملتی ہیں لیکن جانی دشمنوں کے ساتھ عفو و درگزر اور حسن سلوک کی جو مثال نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر قائم فرمائی اور فاتحین کی پوری تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔حضور ﷺ کی قیادت میں اسلامی لشکر ابھی مکے میں داخل نہیں ہوا تھا کہ ایک صحابی نے ابو سفیان کو پکڑ کر حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔یہ ابوسفیان وہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ باقاعدہ جنگ کی تھی اور حضور ﷺ کے بدترین دشمن رہے تھے۔حضرت عمر ؓ نے ابوسفیان کو دیکھ کر حضور ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اس دشمن اسلام کا سر اڑا دے لیکن رحمت عالم ﷺ نے انھیں سختی سے منع فرمایا۔ ابوسفیان نے معافی طلب کی تو حضور ﷺ نے نا صرف ان کے سارے جرم معاف فرما دیے بلکہ یہ اعلان بھی فرما دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اسے بھی معاف کر دیا جائے گا۔ حضور ﷺ کا حسن سلوک دیکھ کر ابوسفیان مسلمان ہو گئے۔نبی اکرم ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکے میں داخل ہوئے تو کافر ڈر رہے تھے کہ اب حضور ﷺ ان سے بدلہ لیں گے۔ان میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے حضور ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے، وہ بھی تھے جنھوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی، وہ بھی تھے جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑیں اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔وہ بھی تھے جنھوں نے حضور ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے ننگی تلواریں لیکر حضور ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا تھا۔میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی تھی جس نے جنگ اُحد میں حضور ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ ؓ کا کلیجا چبایا تھا ان میں ہندہ کا وہ غلام بھی تھا جس نے دھوکے سے حضرت حمزہ ؓ کو شہید کیا تھا۔ آج ہر ایک کو اپنے اپنے جرائم یاد آ رہے تھے۔حضور ﷺ اگر ان کے جرائم کی سزا انھیں دیتے تو دنیا کے کسی قانون یا اخلاق کے خلاف نہ ہوتا لیکن حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین تھے۔آپ ﷺ نے بے مثال عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے ان سارے دشمنوں کو معاف کر دیا اور فرمایا '' آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائیگا۔جاؤ تم سب آزاد ہو''۔یہ سننا تھا کہ سب لوگوں کے دل پگل گئے اور انھوں نے اس وقت اسلام قبول کرلیا۔نبی کرم ﷺ کی رحمت ساری مخلوق پر سایہ فگن ہے۔ اس رحمت عام سے صرف انسان ہی نہیں حیوان بھی فیض پاتے ہیں۔ عرب کے لوگ جانوروں پر طرح طرح سے ظلم کرتے تھے۔جانوروں کو بھوکا پیاسا رکھتے تھے۔ان کی طاقت سے بڑھ کر کام لیتے تھے۔ زندہ جانوروں کے بدن سے گوشت کا لوتھڑا کاٹ کر پکا لیتے تھے ۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ بازی کی مشق کیا کرتے تھے۔ یہ ظالمانہ کام ان کے مشاغل میں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام رسموں کو سختی سے بند کر دیا اور فرمایا کہ جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو اور ان کے چارے پانی کا خیال رکھو۔ایک مرتبہ ایک صحابی نے کبوتری کے گھونسلے سے اس کے ننھے منے بچے اٹھا لیے۔کبوتری اس صحابی کے سر پر منڈلا رہی تھی۔حضور ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔ آپ ﷺ نے صحابی کو حکم دیا کہ وہ کبوتری کے بچے کو واپس گھونسلے میں رکھ دے۔ صحابی نے حکم کی تعمیل کی۔بنی کریم ﷺ کی رحمت اور عفو و درگزر کی چند مثالیں ہیں۔ حضور ﷺ کی سیرت کی کتابوں میں اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ حضور ﷺ کے طریقے پر چلیں اور مخلوق خدا کے ساتھ نرمی، محبت اور حسن سلوک کا رویہ اپنائیں۔اس میں ہماری دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔لیکن آج کل ہم مسلمان کم بلکہ فرقہ پرست زیادہ کہلانا پسند کرتے ہیں۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم سنت نبوی ﷺ پر کس حد تک عمل کرتے ہیں یا صرف باتیں ہی کرتے ہیں۔ ہر ایک مسلمان نے اپنے اپنے گریبان میں جھانکنا ہے اور خود فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کس حد تک حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

نگاہِ حرام

شریعت کی نظر میں

مبصر الرحمن قاسمی

”میں نے اپنے بعد مردوں پر عورت سے زیادہ ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑا“ (بخاری)

”بنیادی وجہ عورت کا بے پردہ، عطر لگا کر، اپنی خوبیوں اور چال ڈھال کو ظاہر کر کے نکلنا ہے“

کاش کہ لوگ اس عظیم وبا سے واقف ہوتے، غلط نگاہ موجودہ زمانے کا ایک عظیم مرض بن چکا ہے، شہوت، فحش، بے حیائی، عریانیت اور بے ڈھنگے پن کا یہ آغاز ہے، لیکن اس کا اختتام ہلاکت و بربادی اور دردناک عذاب ہے۔ آج عریانیت اور ننگے پن کو ترقی کی علامت سمجھا جارہا ہے، اسے تہذیب و تمدن کا عنوان بتایا جارہا ہے، عریانیت اور ننگا پن بازاروں کی زبان بن چکی ہے، تجارت اور لین دین کے معاملات عریانیت اور ننگے پن کی بنیادوں پر قائم کیئے جا رہے ہیں، ٹی وی چینلوں اور فحش میگزین اور لٹریچر نے عریانیت، بے حیائی اور ننگے پن کو جلد نفع حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے، میڈیا کا اس معاملے میں رول سب سے اہم ہے۔ اشتہار بازی، ڈرامہ، ٹاک شو اور دیگر پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لئے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا بے دریغ صنفِ نازک کی کشش کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ الغرض عریانیت اور بے حیائی کے نام پر یہ کمائی اور یہ فوری نفع برکت سے سراسر خالی ہوتا ہے بلکہ ایسی کمائی خبیث کمائی ہے جو عفت و پاک دامنی اور اخلاق کی بنیادوں کو مسمار کر کے حاصل کی جارہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ] ترجمہ: مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں خدا ان سے خبردار ہے، اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ (سورہ النور)

امام سیوطیؒ آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: آیت میں عورتوں نیز مردوں کی ستروں کو دیکھنا حرام قرار دیا گیا۔ ابن قیمؒ اپنی کتاب الجواب الکافی میں رقم طراز ہیں: زنا کا آغاز نظروں سے ہوتا ہے، اسی لئے شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے نگاہوں کی حفاظت کی تاکید کی گئی، چونکہ تمام واقعات کا آغاز نگاہوں سے ہوتا ہے۔ جس نے اپنی نگاہوں کو آزاد چھوڑ دیا، اس نے اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں ڈالا، انسان کو پہنچنے والی عام مصیبتوں اور آفات میں سب سے پہلے نظر کے ذریعے ہی مصیبت اور پریشانیاں پہنچتی ہیں، جب انسان نظروں کی لاپرواہی کے سبب مصیبت میں پڑ جاتا ہے تو پھر اسے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، وہ ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اس پر اسے نہ صبر کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور نہ اسے چھوڑنے کی، اور یہ انسان کے لئے سب سے بڑا عذاب ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ [یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے (سورہ النور) یعنی نگاہوں اور شرمگاہ کی حفاظت نفس کے لئے زیادہ پاکیزہ اور دین کے لئے زیادہ مفید اور مومن کے لئے دنیا و آخرت میں زیادہ کارآمد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غض بصر یعنی نگاہوں کو نیچی رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کا حکم بندوں پر مشقت کے طور پر ہرگز نہیں دیا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے ایک عظیم رحمت ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس باب کو کھول دیتے یعنی بندوں کو اختلاط اور غیر محرم عورتوں سے ملنے جلنے کی عام اجازت ہوتی تو عزتیں پامال ہوتیں، حسب ونسب کا خیال نہ رہتا اور روئے زمین میں فساد مچ جاتا۔ غیر محرم کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابنِ آدم کا زنا اس کے ذمہ لکھ دیا گیا ہے۔ جسے وہ لامحالہ پالے گا؛ آنکھوں کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا (شہوت کی بات) بولنا ہے۔ کانوں کا زنا (شہوت کی بات) سننا ہے۔ ہاتھوں کا زنا (شہوت سے) تھامنا ہے اور پیروں کا زنا (شہوت کی ناجائز تکمیل کے لیے) چلنا ہے۔ دل خواہش، تمنا اور آرزو کرتا ہے۔ پھر شرم گاہ یا تو سب کو سچا کر دیتی ہے یا جھوٹا بنا دیتی ہے۔ حدیث میں آپ ﷺ نے آنکھ کے زنا سے آغاز فرمایا، اس لئے کہ ہاتھ، پیر، دل، اور شرمگاہ سب کی اصل آنکھ ہے۔ مسلم شریف میں حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے اچانک پڑنے والی نظر کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا: ”اپنی نظروں کو پھیر دیا کرو“ اور ایک روایت میں اس طرح ہے: ”آپ ﷺ نے مجھے نگاہوں کے پھیرنے کا حکم دیا“ نبی ﷺ نے نگاہوں کو نیچی رکھنے کے عمل کو راستے کے حقوق میں شامل فرمایا، راستے میں بیٹھنے والے ہر مسلمان پر اپنی نگاہوں کو جھکائے رکھنا ضروری ہے، اس لئے کہ یہ راستے کا حق ہے، مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو“، صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول، راستے میں ہمارے بیٹھنے سے کیا فرق پڑتا ہے، ہم تو بیٹھے بیٹھے گفت وشنید کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کو اس کا حق دو، صحابہ نے پوچھا: راستے کے کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا: نگاہوں کو جھکائے رکھنا، تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں: جب تمہارے پاس سے کوئی (غیر محرم) عورت گذرے تو تم اپنی نگاہوں کو نیچے کردو، یہاں تک کہ عورت تمہارے پاس سے گذر جائے۔ ربیع ابن خیثم ایک مرتبہ راستے سے گذر رہے تھے، تو ان کے پاس سے چند عورتیں گذریں، آپ نے اپنی نگاہوں کو جھکا دیا، عورتوں نے جب انہیں دیکھا تو سمجھنے لگی کہ وہ نابینا ہے، تو انھوں نے نابینا آدمی کو دیکھ کر اندھے پن سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ وکیعؒ کہتے ہیں: ایک عید کے دن ہم حضرت ثوری کے ساتھ نکلے، تو ہم نے دن کا آغاز اپنی نظروں کو جھکا کر یعنی نظروں کی غیر محرم عورتوں سے حفاظت کر کے کیا۔ حسان بن ابی سنان عید کے روز نماز عید کے لئے، جب عید پڑھ کر گھر لوٹے تو ان کی اہلیہ نے پوچھا: آپ نے کتنی خوبصورت عورتوں کو دیکھا ہے؟ حسان نے کہا: بخدا، تمہارے پاس سے جانے کے بعد سے میں نے کسی غیر محرم پر نظر نہیں ڈالی، یہاں تک کہ میں صحیح سلامت گھر لوٹ آیا ہوں۔ یہ تھے وہ لوگ جن کے دل حرام سے پاک تھے، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حلاوت ایمانی سے نوازا اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ دنیا میں آج تک رونما ہونے والے تمام فحش و فجور کا اصل سبب نگاہ کا فتنہ ہے۔ یقیناً اللہ رب العزت کان، آنکھ، اور دل کے بارے میں بندے سے سوال کریں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: : إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (سورة الإسراء: بلکہ یہ آنکھ کل روز قیامت بندے کے خلاف گواہی دیں گی، فرمان الٰہی ہے: {حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [سورة فصلت: ترجمہ: یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور چمڑے (یعنی دوسرے اعضا) ان کے خلاف ان کے اعمال کی شہادت دیں گے اللہ تعالیٰ نظروں اور دلوں کے تمام بھیدوں کو جاننے والے ہیں، فرمان الٰہی ہے: يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ۔ ترجمہ: وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (ان کو بھی) ۔آیت بالا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: یہ وہ آدمی ہے جو لوگوں کے درمیان میں ہو، اس کے پاس سے عورت گذرتی ہے، تو وہ لوگوں کو یہ دکھاتا ہے کہ اس کی نگاہیں نیچی ہیں اور وہ عورت کو دیکھ نہیں رہا ہے، وہ لوگوں کو اگر غفلت میں دیکھتا ہے تو پھر عورت پر نظریں ڈالنے لگتا ہے، اگر اسے خدشہ ہوتا ہے کہ لوگ اسے سمجھ جائیں گے تو اپنی نظروں کو جھکا دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کے بھید سے بخوبی واقف ہے کہ وہ آدمی نہ صرف عورت کو دیکھنا چاہتا ہے بلکہ اس کی خواہش تو اس کی ستر بھی دیکھنے کی ہے۔ جنید بغدادی سے پوچھا گیا: نگاہوں کی حفاظت کا کیا علاج ہے؟ فرمایا: یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمہاری نظر سے تیز ہے۔ انٹرنیٹ، ٹی وی، اور ذرائع ابلاغ نے نظر حرام کے سلسلے میں بہت سارے مسلمانوں کو غفلت میں ڈال دیا ہے، ٹی وی، انٹرنیٹ اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے، گندی فلمیں اور بے حیائی اور عریانیت پر مبنی تصاویر کی اشاعت نے آج نظروں کی حفاظت کے سلسلے میں عظیم خلا پیدا کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں مسلمان گھروں میں بے حیائی، عریانیت اور فحش

وفجور کے واقعات دن بدن بڑھتے جارہے ہیں، خصوصا مسلم لڑکیوں میں بے حیائی اور عریانیت کی تباہی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے، مسلم نوجوان لڑکے اور لڑکیاں، تعلیم کے نام پر عریاں لباس زیب تن کر کے دین و دنیا میں اپنے ہاتھوں سے تباہی و بربادی کو دعوت دے رہے ہیں۔ قدروں کی پالی اور جرائم کی کثرت میں بدنگاہی کے اثرات گھروں میں ٹی وی چینلوں اور انٹرنیٹ کے نتیجے میں تباہ کن نتائج سامنے آرہے ہیں، بچے اپنی بہنوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے شکار ہو رہے ہیں، امریکہ کی ایف بی آئی ایجنسی نے امریکی جیلوں میں مقید چوبیس قیدیوں کا انٹریولیا، ان تمام قیدیوں کا تعلق بچوں اور بالغوں کے ساتھ جنسی زیادتی یا قتل جیسے جرائم سے تھا، پوچھے جانے پر 81% قیدیوں نے اس جرم کی اصل وجہ اباحیت اور فحش مواد کی کثرت بتائی۔ ان ہی قیدیوں میں ایک مشہور نصرانی داعی "جارج پشوپ" تھا، جس نے اپنی گرفتاری اور جیل میں قید ہونے کے بعد یہ جملے کہے تھے: اگر بچپن میں مجھے زنا کاری اور بدکاری کا مواد نہیں دیا جاتا تو میں آج جنسی زیادتی اور دیگر جرائم کا شکار ہرگز نہ ہوتا"۔ اس نے مزید کہا: زنا کاری اور بدکاری کے مواد کا مجھ پر اس قدر اثر ہے کہ اگر اس کا مجھے موقع نہ ملے تو میں بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیتا ہوں۔ (Ted Bundy). کی زندہ مثال ہے، جس کو امریکا کے کونے کونے میں قاتل اور سفاح سے جانا جارہا ہے، ٹیڈ بنڈی کا تعلق ایک خوشحال گھرانے سے تھا، بلکہ یہ خود قانون کا طالب علم تھا، تاہم اس کی گرفتاری چالیس عورتوں کو قتل کرنے کے بعد عمل میں آئی، یہ ایک ایسا انسان تھا، جو انسانوں کا گوشت کھانا پسند کرتا تھا، اس کے ذبح کیئے ہوئے انسانوں میں دس سالہ ایک بچہ بھی تھا جو اس سفاح کا آخری انسانی شکار بنا تھا۔ اسے تختہ دار پر چڑھانے سے قبل اس نے ایک انٹرویو میں کہا: تم مجھے عنقریب قتل کردو گے، اور دنیا میرے شرور سے محفوظ ہو جائے گی، لیکن دنیا میں میرے جیسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے، جو بدکاری کی شکلوں کے نشہ آور ہیں اور تم اس مسئلہ کے حل کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے ہو۔ اس نے مزید کہا: میں اور میرے جیسے لوگ، وحشی درندے بن کر پیدا نہیں ہوئے، ہم اور تمہاری اولاد اور تمہاری بیویاں محفوظ گھروں میں پرورش پائے، لیکن بدکاری اور زنا کاری کے ذرائع نے ہمیں کسی بھی گھر میں ہاتھ ڈالنے اور بچوں کو اچکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس شخص نے پھانسی کی سزا سے چند گھنٹے پہلے کہا تھا: "میں نے جیلوں میں طویل عرصہ گذارا، اور بہت سارے ایسے لوگوں کے ساتھ مجھے رہنے کا موقع ملا، جو میری ہی طرح جرائم کے مرتکب ہیں، لیکن بلا امتیاز یہ سب لوگ زنا کاری اور فحش ذرائع سے بری طرح متاثر ہیں اور ان ذرائع کے بغیر انہیں سکون وچین نہیں آتا۔" ٹی وی سیریل اور عریاں اور بے حیائی وفحش سے بھری فلموں کے دیکھنے کے نتیجے میں عریانیت، اختلاط، فساد اور قدروں کی پامالی کے واقعات روز افزوں ہیں۔ بلکہ اس غفلت کے سبب انسان کی غیرت ختم ہو چکی ہیں اور وہ اپنے جیسے ہی انسان کو اپنی ہوس کی خاطر موت کے گھاٹ اتارنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ امریکی وزارت عدل کے ایک اعلان کے مطابق: امریکی ذرائع ابلاغ کی تاریخ میں بدکاری کے ذرائع کے نتیجے میں گھروں سے بغیر کسی خوف وڈر کے بچوں کو اچکنے کی موجودہ روایت کبھی نہیں دیکھی گئی۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق بدکاری کے ذرائع استعمال کرنے والوں میں بارہ سے سترہ برس کے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہیں۔ اور قابل غور بات یہ ہے کہ یہ تمام سروے کسی مسلمان تنظیم یا ادارے نے نہیں کیئے ہیں بلکہ یہ سروے مغربی محققین نے کیئے ہیں۔ یقیناً اسلامی اقدار، اخلاق اور اسلامی اصول وضوابط کافروں کے اصول وضوابط کے مقابلے میں اعلی و برتر اور پاک وصاف واقع ہوئے ہیں، کافروں کے پاس زنا کی کوئی سزا نہیں اس لئے کہ ان کے پاس یہ کوئی جرم ہی نہیں ہے۔ آزادی کے نام پر اباحیت پسندی اور بدکاری کی اشاعت کی کوشش ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورۃ النور) ترجمہ: اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی یعنی (تہمت بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ہمارے زمانے میں اہل مغرب اپنے بگڑے ہوئے اقدار، خبیث بیماریوں اور مذموم اصولوں کے نتیجے میں یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا میں گناہ عام ہو جائیں اور خصوصاً اسلامی ممالک میں بے حیائی اور عریانیت عام ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہیومن رائٹس واچ خلیجی ممالک کی انٹرنیٹ کو محدود رکھنے کی کوششوں پر نالاں ہیں اور وہ چاہتی ہیں کہ خلیجی ممالک حریت پسندی کو رواج دیں۔ فحش اور حرام تصویروں کے مشاہدے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بیماریاں ۔۔۔۔۔

(۱)۔ توجہ بٹ جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں یادداشت کمزور ہونے لگتی ہے، اور آدمی سرعت نسیان یعنی جلد بھولنے کا شکار ہوجاتا ہے، ظاہر بات ہے کہ جب انسان اس طرح کی فلموں کا مشاہدہ کریں گا تو اس کی ثمر آور انرجی ضعف کا شکار ہوگی۔ ۲۔ اباحیت اور بدکاری پر مبنی فلمیں دیکھنے سے انسان بے خوابی، نیند کی کمی اور عقل وفہم سے بعید فکروں میں الجھنے جیسی بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ ۳۔ اسی طرح انسان کاہلی، سستی، اجتماعی وخاندانی سرگرمیوں سے دور رہنے اور انفرادی زندگی گزارنے کا عادی ہوجاتا ہے۔ ۴۔ اسی طرح اسے ذہنی پریشانی بھی لاحق ہونے لگتی ہے جس کے نتیجے میں مزاج میں سختی، جلد غصہ اور معمولی معمولی بات پر بھڑکنے کا عادی بن جاتا ہے۔ ۵۔ ان کے علاوہ فلموں اور گندی چیزوں کے مشاہدے سے انسان بیشمار جسمانی امراض کا بھی شکار ہوتا ہے۔ ۶۔ اور اخیر میں انسان افسردگی، اداسی اور غم اندوہ کا شکارہ ہوجاتا ہے، اسے اپنی قیمتی چیزوں کے کھو جانے کے احساس کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

حل اور علاج ۱۔ مومن کو اس بات کا علم ہو کہ بد نگاہی کے نتیجے میں انسانی قلب ودل اور خاندان و معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، نفس منتشر ہوجاتا ہے، ایمان کی حلاوت اور مٹھاس مفقود ہوجاتی ہے، عبادت وخشوع کی لذت ختم ہوجاتی ہے، علم میں بھول پیدا ہوتی ہے، یادداشت کمزور ہونے لگتی ہے اور دل کی سنگینی اور سختی میں اضافہ ہوتا ہے، انسان آخرت سے غافل ہونے لگتا ہے نیز وحشت، ظلم و تاریکی، بے چینی اور پریشانی غالب آنے لگتی ہے اور شیطان کے لئے انسان کے اندر داخل ہونا آسان ہوجاتا ہے۔ چونکہ دل کا دروازہ آنکھ ہے۔ ۲۔ دعاء: نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ امام ترمذی نے روایت کیا، " »اقسم لنا من خشيتك ما يحول بيننا وبين معاصيك .« بلکہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ ابوداؤد نے روایت کیا:" اللهم إني أعوذ بك من شر سمعي، ومن شر بصري، ومن شر لساني، ومن شر قلبي .« ترجمہ: اے میرے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، میرے کانوں کے شر سے، میری آنکھوں کے شر سے، میری زبان کے شر سے اور میرے دل کے شر سے۔ ۳۔ شادی: ارشاد نبوی ﷺ ہے: یا معشر الشباب، من استطاع منكم الباءة فليتزوج؛ فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه ترجمہ: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھتا ہو، وہ شادی کرے، کیونکہ یہ آنکھوں اور شرمگاہ کی حفاظت کے لئے زیادہ کارآمد ہے، اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ شہوت کو روکتا ہے۔ میری مسلم بہن! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ خاتون مسلم نے فحش اور بدکاری کے کاموں کے سد باب میں اہم کردار ادا کیا؛ ہمیں نوجوانوں سے امید ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کا اہتمام کریں گے، ہمیں یہ بھی بھولنا نہیں چاہئے کہ ہم بدنگاہی کے مرض کی بنیادی وجہ کو نظرانداز کردیں، یہ بنیادی وجہ عورت کا بے پردہ، عطر لگا کر، اپنی خوبیوں اور چال ڈھال کو ظاہر کر کے نکلنا ہے، یہی وہ بنیادی چیز ہے جو نوجوان مردوں کو بدنگاہی اور فحش فعل پر آمادہ کرتی ہے؛ امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید کی روایت کو نقل کیا: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ترجمہ: میں نے اپنے بعد مردوں پر عورت سے زیادہ ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑا۔ اور صحیح مسلم کی روایت ہے، حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: »فاتقوا الدنيا واتقوا النساء « ترجمہ: "دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو" میری مسلمان بہن! ہمیں یہ پسند نہیں کہ آپ مردوں کی خواہشات اور جذبات کے بھڑکانے کا ذریعہ بنیں، ہمیں یہ پسند نہیں کہ آپ ان خواتین میں شامل ہوں جن کے بارے میں ارشاد نبوی ہے، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا: ترجمہ: اہل جہنم کی دو قسموں کو میں نے دیکھا۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جن کے ساتھ وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، مائل ہونے والیاں اور مائل کرنے والیاں، ان کے سر دبلے پتلے بختی اونٹوں کی کوہان کی مانند ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو کو پائیں گی۔ باوجودیکہ اس کی خوشبو لمبی مسافت سے محسوس کی جا سکے گی۔ (صحیح مسلم: ۲۱۲۸) ۴۔ نگاہوں کی حفاظت کے نتیجے میں دل شہوت کے جذبات سے پاک رہتا ہے، اور جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بند ہوجاتا ہے، کیونکہ نگاہ شہوت کا ایک دروازہ ہے، جو انسان کو فعل پر آمادہ کرتا ہے۔ نیز نگاہوں کی حفاظت کے نتیجے میں عقل وذہن میں پختگی پیدا ہوتی ہے، چونکہ بدنگاہی خطرناک انجام سے نظروں کو ہٹا دیتی ہے اور اس کے نتیجے میں عقل پر زور پڑتا ہے۔ نگاہوں کی حفاظت دل کو شہوت کے نشے اور غفلت کی نیند سے محفوظ رکھتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

{لَعَمۡرُكَ إِنَّهُمۡ لَفِی سَكۡرَتِهِمۡ یَعۡمَهُونَ(سورۃ الحجر) (اے محمد) تمہاری جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہو رہے) تھے۔ نگاہ شراب کا ایک پیالہ ہے، عشق اس کا نشہ ہے، اور عشق کا نشہ شراب کے نشے سے زیادہ نقصان دہ ہے، چونکہ شراب کا نشہ آور ہوش میں آ جاتا ہے، لیکن عشق کا نشہ آور بہت کم ہوش میں آتا ہے، ہاں ہوش اس وقت آتا ہے جب موت سامنے ہوتی ہے۔ ۵۔ ہماری آپ کے لئے یہ خاص نصیحت ہے کہ آپ ایسے مقام سے دور رہئے جہاں حرام دیکھی جانے والی یا سنی جانے والی چیزیں ہیں، آپ ایسے مقام سے الگ ہو کر ہدایت کے راستے کو اختیار کرتے ہوئے حفظ قرآن مجید، علم دین، اہل خیر کی ہم نشینی، نمازوں کی پابندی اور اہل علم کی محفلوں میں شرکت؛ جیسے کاموں میں مصروف ہو جایئے۔ ۶۔ یاد رکھیئے انحرافات اور خرافات کے علاج کے لئے سب سے بہتر اور اولی طریقہ یہ ہے کہ ایمان کی تقویت، دلوں کی اصلاح، نمازوں کی اصلاح، اللہ تعالیٰ سے تعلق کی کوشش، آخرت کے اجر وثواب کی رغبت، مراقبہ، آخرت، جنت اور دوزخ کی باتوں کے تذکرے، اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب اور علوم دینیہ کے حصول پر بھرپور توجہ دیں۔ حدیث شریف میں اس بات کی دلیل ہے کہ قبر و آخرت کے احوال کا علم شہوتوں اور خواہشات کو ختم کر دیتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: والله لو تعلمون ما أعلم، لضحكتم قليلا، ولبكيتم كثيرا، وما تلذذتم بالنساء على الفرش، ولخرجتم إلى الصعدات تجأرون إلى الله « ترجمہ: بخدا، اگر تمہیں وہ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں، تو تم بہت کم ہنسو گے، اور بہت زیادہ رونے لگو گے، اور تم بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہیں کرو گے، اور تم ضرور اللہ کی پناہ کی تلاش میں جنگلات میں نکل جاؤ گے۔ بندۂ مومن سے اللہ تعالیٰ نے عظیم نعمت کا وعدہ فرمایا ہے، حرام اور ممنوعہ امور سے بچنے پر اللہ تعالیٰ آخرت میں بندۂ مومن کو ایسی ایسی حوریں عطا فرمائیں گے، جسے کسی بھی انسان آنکھ نے نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حوروں کی تعریف میں بیان فرماتے ہیں: وَعِندَهُمۡ قَاصِرَاتُ الطَّرۡفِ عِینٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَیۡضٌ مَّكۡنُونٌ} [سورۃ الصافات: ترجمہ: اور ان کے پاس عورتیں ہوں گی جو نگاہیں نیچی رکھتی ہوں گی اور آنکھیں بڑی بڑی، گویا وہ محفوظ انڈے ہیں۔ اور ارشاد ہے: كَأَنَّهُنَّ الۡیَاقُوتُ وَالۡمَرۡجَانُ} [سورۃ الرحمن: ترجمہ: گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ یاقوت اور مرجان ایسے دو پتھر ہیں، جو نظر آنے میں بڑے دلکش اور دلربا ہوتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے ان حوروں کا وصف بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان کی نگاہوں نے اپنے شوہروں کے علاوہ کسی دیگر مرد کی خواہش نہیں کی ہو گی، اللہ تعالیٰ نے حور کے حسن و جمال خود گواہی دی ہیں، یہ حوریں دنیاوی عورتوں کے مقابلے بے پناہ حسن و جمال والی اور دنیاوی عورتوں میں پائے جانے والے تمام عیوب جیسے حیض وغیرہ سے بالکل پاک وصاف ہوں گی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَهُمۡ فِیهَاۤ أَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمۡ فِیهَا خَالِدُونَ][سورۃ البقرۃ: ترجمہ: اور وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ وَحُورٌ عِینٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمۡثَالِ اللُّؤۡلُؤِ الۡمَكۡنُونِ (سورۃ الواقعۃ) ترجمہ: اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں، جیسے (حفاظت سے) تہہ کئے ہوئے (آب دار) موتی۔ اور آپ ﷺ نے جنت کی عورتوں کے حسن و جمال کے بارے میں ہمیں ترغیب دی ہیں، حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے "ولكل واحد منهم زوجتان، يرى مخ سوقهما من وراء اللحم من الحسن " .« ترجمہ: اور ہر بہشتی کے پاس دو بی بیاں ایسی نازک اور خوبصورت ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا (مغز) گوشت میں سے دکھلائی دے گا۔ [بخاری، کتاب بدء الخلق] اور اس حسن و جمال کے بارے میں ذرا غور کرو جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ بیان فرماتے ہیں" » ولو أن امرأة من أهل الجنة اطلعت إلى أهل الأرض لأضاءت ما بينهما، ولملأته ريحا، ولنصيفها على رأسها خير من الدنيا وما فيه] ترجمہ: اور اگر بہشت کی کوئی عورت (حور) زمین والوں کو جھانکے (ان کی طرف رخ کرے) تو زمین سے آسمان تک روشنی ہو جائے اور خوشبو سے مہک جائے اور حور کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ [بخاری، کتاب الجہاد والسیر] ہم میں کا ہر ایک ذمہ دار ہے، انٹرنیٹ سروسیس سے اب کوئی مفر نہیں، اس سروس نے بے شمار نفع بخش اور کارآمد چیزوں کو ہمارے لئے کھول کر رکھ دیا ہے، تاہم یہ ایسی چیز ہے جس کے تئیں ہم پر کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، سب سے پہلے ہم خود اس کا بہتر استعمال کرے اور پھر ہم ہمارے ماتحت پرورش پانے والی اولاد اور بچوں کی انٹرنیٹ کے تئیں بہترین راہ نمائی انجام دیں جو نہیں بے دینی، عریانیت، فحش اور حرام امور سے بچنے میں مدد ومعاون ثابت ہو۔

عمر جولانی

گرتے ہوئے زمین کے خدا

سلام ہے اُمت کے عظیم بیٹوں پر جوان سب کی پروا کئے بغیر اللہ کے نظام کے لئے لڑ رہے ہیں۔۔

خود ساختہ دانشوار جو اصل میں جاہلت کی بلندیوں پر، وہ یہ بھول جاتے ہیں یہ اُمت محمدیؐ ہے جس ابتداء بھی سادگی سے ہوتی ہے اور انتہا بھی۔

اس کائنات میں بظاہر انسان کو بہت سی طاقتیں نظر آتی ہیں اور ہر طاقت کا رخ اُس کے مفادات کے حساب سے ہوتا ہے۔ دیکھنے والوں کی سمجھ سے باتر ہو کر وہ صرف اور صرف اپنے مفادات کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہر ایک طاقت یا قوت اس نظام کو سامنے رکھ کر حاضر وقت میں ایک نقشہ تیار کرتی ہے۔ وہ دنیا کو ایک شطرنج سمجھ کر چالیں چلتے ہیں اور ہر امور دنیا میں ایک نئی چال کھیلتے ہیں۔ پھر ہر چال کے مکمل ہونے پر ایک دوسرے سے داد بھی وصول کرتے ہیں۔ دیکھنے والے ان تمام طاقتوں کو طاقت اور قوت علم ،فہم ،وفراست کا منبع سمجھتے ہیں بلکہ کچھ لوگ تو دنیا میں ہونے والی قدرتی آفات اور مسائل کو بھی انہی طاقتوں کی کارستانی سمجھ لیتے ہیں اور کچھ اس سے بڑھ کر کہ اگر وہ گلی لگے بلب کو جلتا یا بند ہوتا دیکھیں تو اس میں بھی کسی ایک طاقت کا مفاد اور ہاتھ سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر گھر میں ایک ایسی کھڑکی موجود ہے جس سے اُس گھر میں تعفن اور بدبو پھیلتی ہے۔ وہ ہی ٹی وی سٹیشن جس میں نیم عریاں لباس میں انتہائی بے ہو وہ نظروں سے گھورتی ہوئی بنت حوا ،جس کا تقدس تک پال کر دیا گیا، وہ کسی کی زبان بول رہی ہوتی ہے۔ ان طاقتوں کے لئے اوپر کی تحریر میں ''بظاہر'' کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ عام مسلمان کو جو ظاہری طور پر نظر آ رہا ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ شعور اور دل کی وہ آنکھیں جو ہر روز قرآن کا مطالع کرتی ہیں اُن سے دیکھتا ہے تو قرآن پاک اس دنیا کا ایک الگ ہی نقشہ اور مختلف خبریں دیتا ہے۔ بندۂ مومن کا رب قرآن میں فرماتا ہے اس دنیا میں دو طاقتیں ایک رحمانی طاقت اور شیطانی طاقت، پھر اس کی پہچان بھی رب نے بتادی کہ جو اللہ کے بندے اور انصار ہیں وہ اللہ کے لئے کام کرتے ہیں ،لڑتے ، جیتے ہیں اور ،مرتے ہیں۔ دوسری طرف شیطان کے ساتھی ہیں جو شیطان کے لئے لڑتے ہیں اُس کے لئے دن رات سر جوڑے بیٹھے ہیں۔ شیطان کے ساتھی آپس میں ایک نہیں ہیں، جیسا بیان کیا گیا ہے کہ ہر طاقت کا اپنا مفاد ہے مگر جب معرکہ حق وباطل ہوتا ہے تو یہ سب ایک پرچم تلے ہوتے ہیں۔ ان کی ہر چال شیطان کی خوشنودی کے لئے ہوتی ہے۔ اللہ کے بندے جن کو قرآن میں حزب اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے اُن کی نشانی ہے کہ جب رب اُن کو اقتدار دیتا ہے یا فتح دیتا ہے تو اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام وحدود جاری کرتے ہیں جبکہ شیطان کے بندوں کو جہاں بھی اور جب بھی اور جیسے بھی حکومت واقتدار ملا تو اُن نے اللہ کی زمین کو فساد ،کفر وشرک اور قتل غارت گری کی اماج گاہ بنا دیا، آج بھی دنیا کہ جس خطے میں ان کفریہ وشیطانی طاقتوں کو اقتدار حاصل ہے وہاں یہی ظلم کا نظام نافذ ہے۔ اسی نظام کی مظبوطی کے لئے یہ چالیں چل

رہے ہیں کچھ مثالیں پیش کروں گا، جیسا کہ آج شام میں نصیری شیعہ جس کو اقتدار حاصل رہا وہ جب اللہ کے گروہوں سے شکست کے دہانے پر آ پہنچا تو اُس کی مدد کے لئے روس جیسا سفاک اور ظالم دشمنِ اسلام اُس کی مدد کے لئے اپنے لاؤ لشکر سمیت آ چکا ہے۔ اصل صورت حال تو یہ ہے کہ روس، شامی شیعہ صدر بشار کی مدد کو نہیں آیا بلکہ وہ صلیب اور شیطان کی مدد کو آیا ہے وہ شام میں مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے، بشار آج تک بیرل بم جو کئی ٹن وزنی ہوتا ہے وہ گرتا رہا ہے اور لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر چکا ہے اب جب جہادی گروہوں کے ہاتھوں وہ کمزور ہوا تو روس اُمت مسلمہ سے پرانے حساب چکانے میدان میں آ چکا ہے اور امریکہ بھی موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ڈراؤن حملوں سے خونِ مسلم سے اپنی پیاس بجھا رہا ہے، روس اور امریکہ مسلسل داعش کا نام لے اس جنگ کو اپنے نام کرنے کو بھرپور کوشش میں ہیں، امریکہ اور روس بے شک ایک دوسرے کے درمیان لاکھوں اختلافات رکھتے ہوں مگر دوسری طرف جب بات اسلام کی آتی ہے تو دنیا کے تمام شیطان ایک ہوجاتے ہیں، چند ہی دن قبل دنیا کے نام نہاد تہذیب یافتہ چوہدری (امریکہ) اور روس کی بمباری میں شامی بچوں کے ایک سکول کو نشانہ بنایا گیا جس میں نوے کے قریب بچے شہید ہوگئے، ایسے کئی واقعات ہیں جن کا سن کا دل دہل جاتے ہیں مگر سلام ہے اُمت کے عظیم بیٹوں پر جو ان سب کی پروا کئے بغیر اللہ کے نظام کے لئے لڑ رہے ہیں، اور اعلان کر رہے ہیں اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام ہوگا، دوسری مثال افغانستان کی کہ جہاں

امارت اسلامیہ کہ دنیا کے سب سے بڑے شیطانی اتحاد نیٹو جس کا چوہدری (امریکہ) بھی مکمل ناکام و نامراد ہو چکے ہیں۔ بلکہ شاید اب تو واپسی بھی مشکل نظر آتی ہے سوائے اس کہ سیف روٹ منگا جائے، (الحمدللہ)۔ افغانستان کے جن علاقوں میں بھی طالبان کو فتح حاصل ہوئی وہاں الحمدللہ شریعت اسلامیہ کا نفاذ کر دیا گیا، یہ سب سن کر حیرانگی بھی ہوسکتی ہے ایک ایسے بندے کو جو پورا دن میڈیا سے ربط میں رہتا ہوں کیونکہ ہر وہ چیز جو اللہ کے لشکر کے حق میں چاہو وہ کوئی ظاہری ہو پوشیدہ، شیطانی طاقتیں اُسے ہر ممکن طریقے سے روکتے ہیں، اور میڈیا ان شیطانی طاقتوں کا ایک بہترین ہتھیار ہے۔ اس لئے مجاہدین اسلام اور حصوصاً امارت اسلامیہ کی فتوحات نے اس دجالی میڈیا کا منہ کالا کر دیا جب یہی میڈیا امریکی حملے کی راہ ساز گار کر رہا تھا تو کہ رہا تھا طالبان جن کو دنیا کی معیشت کے رخ کا بھی اندازہ نہیں جو دنیا کے اس سسٹم کو سمجھتے ہی نہیں جوان پڑھ ہیں اور ٹیکنالوجی سے یکسر ناواقف ہیں وہ ایک ملک تو کیا ایک شہر بھی چلانے کہ اہل نہیں اور اب امریکہ سے جنگ مول لے رہے ہیں وہ امریکہ جو ٹیکنالوجی کا بادشاہ ہے، ایسے کئی مفروضے ان جیسی تمام کفری شیطانوں کے بارے میں یہ میڈیا پھیلاتا تھا، اور کافر تو کافر ہمارے سادہ لوح مسلمان بھی میڈیا سے مرعوب ہوکر ان طاقتوں کو خدا سمجھ بیٹھے تھے، اور بلاچوں چراں سرِ تسلیم خم کر چکے تھے، اور ہر وہ حملہ جو امریکہ اور اُس کے اتحادی ملک میں ہوا اُسے امریکہ کی ایک چال سمجھے بیٹھے تھے، ایک بار کسی صاحب سے جہاد کے بارے میں بات ہوئی تو وہ بولے میں انگلینڈ میں رہا ہوں آپ سادہ لوگ

کیا جانوں امریکہ کی اور برطانیہ کی طاقت کتنی ہے اگر صرف امریکہ اپنے جہاز ہوا میں اڑا دے تو اس جگہ زمین پر بارش کا قطرہ بھی نہ آئے اتنے جہاز ہیں صرف امریکہ کے پاس، میں نے جواب دیا! جی حضرت ہم نہیں جانتے کہ اُس کی طاقت کتنی ہے ہاں مگر یہ ضرور جانتے ہیں کہ ہمارے رب کی طاقت سے بڑی کوئی طاقت نہیں، یہ جن جہازوں کا ذکر آپ فرما رہے ہیں ان سب اوپر ہمارا رب ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں ہم اُس کے علاوہ نہ کسی طاقت سے مرعوب ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی کا خوف کھاتے ہیں (الحمدللہ)۔ یہ ایک فضاء ہے جو اس دجالی میڈیا نے پیدا کی ہے اور آج الحمدللہ اسی میڈیا کہ منہ سے اکا دُکا خبریں نکل آتی ہیں کہ کابل میں فدائی حملہ ہوا اور چھ امریکی فوجی مردار ہوگئے۔ مگر یاد رہے یہ وہی میڈیا ہے اور نام نہاد دانشور ہیں جو کل تک کہتے تھے طالبان میں تو حکمت نام کی چیز نہیں اور دوسری بات کہ یہ ٹوٹی جوتیوں والے مدرسے کے لوگ کیا جانیں جنگیں کیا ہوتی ہیں اور ٹیکنالوجی کیا ہوتی یہ پتھر کے زمانے کے لوگ، نورانی قاعدہ پڑھنے والے۔۔۔۔ ایسے ہی کہی القابات جو اللہ کے ان بندوں کو عطا کئے گئے مگر یہ ثابت قدمی میں اللہ کے دین کی ایک چٹان ثابت ہوئے۔۔ کچھ گمراہ کن عقائد والوں نے تو ان کو غیروں کا ایجنڈ، مشرک، بدعتی، جاہل اور قوم پرست تک کہا مگر قربان جاؤں اللہ کے ان عاجز بندوں پر (طالبان) جنھوں نے اللہ کے دین کو اپنے جانوں اور عزتوں سے مقدم رکھا اور آج بھی اسی طرح میدانوں میں قائم ہیں بلکہ پیش قدمی کر رہے ہیں۔ امریکہ جو ایک محتاط اندازے کے

مطابق ستر ملکوں کے اتحاد نیٹو اور اس کے علاوہ باقی تمام یورپی وغیر یورپی ممالک بھی شامل تھے کہ ساتھ حملہ آور ہوا مگر انجام سب کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے، اسی طرح شام، یمن، لیبیا، صومالیہ اور مالی کی صورت حال بھی سامنے ہے کہ دنیا کی بڑی طاقت مانے جانے والوں کا حال انتہائی خستہ ہے، فرانس جیسے بڑے طاغوت اور گستاخی رسول اللہ ﷺ کے پشت پناہ کو مالی میں تو لاشوں کے نظرانے ملے ہیں مگر اب فرانس کے اندر بھی شورش شروع ہو چکی ہے، کرنے والوں سے غرض نہیں کیونکہ اللہ نے جب اپنے دین کا کام لینا ہوتا ہے تو وہ جانوروں کو بھی مسلط کر دیتا ہے۔ روس کا احوال آپ سن ہی چکے ہیں، اس طرح دنیا کی وہ تمام باطل طاقتیں اور ٹیکنالوجی کے بادشاہ جن کو میڈیا اپنے دجل سے خدا بنا کر پیش کرتا ہے کہ اگر ان کی نافرمانی یا عدم اطاعت کی گئی تو پھر معاشی ترقی ایک خواب ہی رہ جائے گا بلکہ تمھاری آنے والی نسلیں تک بھوک اور پیاس میں مبتلا کر دیں گے، اور پتھر کے زمانے میں پہنچا دیا جائے گا، میڈیا ہو یا اُس کے خودساختہ دانشوار جو اصل میں جاہلت کی بلندیوں پر، وہ یہ بھول جاتے ہیں یہ اُمت محمدیؐ ہے جس ابتداء بھی سادگی سے ہوتی ہے اور انتہا بھی، افغانستان میں امارت اسلامیہ اس دور حاضر کی سب اعلیٰ مثال ہے سادگی اور شریعت کی، جب اُن کو حکومت ملی تو اُن کے امراء نے سادگی سے گزر بسر کیا اور نظامِ عدل وانصاف (شریعت) کو قائم کیا، اقوام متحد جس کو شیطان کی لونڈی کہا جائے تو کوئی ہرج نہ ہوگا، اُس کی (اقوام متحدہ) تمام پابندیوں اور خشک سالی کے باوجود تباہ حال جنگ زدہ افغانستان کو احسن طریقے سے کنٹرول کیا بلکہ مزید فتوحات کی طرف قدم بڑھائے، دنیا سے آئے ہر مہاجر مجاہد کو پناہ دی گئی۔ اللہ لاکھوں رحمتیں ہوں امیر مومنین ملا محمد عمر مجاہدؒ پر جنھوں نے عرب وعجم کے ہر مجاہد کو بلاتفریق اپنی سرزمین دی اور ہر طرح سے معاونت کی، اللہ آپ کے درجات کو بلند فرمائیں (آمین)، اسی جہاد کی برکت سے آج زمین کے یہ خودساختہ خدا منہ بل گر رہے ہیں اور کچھ لڑکھڑا رہے ہیں، سوشلزم، کیمونزم، اور تمام باطل نظام، یکسر مسترد ہو چکے ہیں، دشمن اسلام چاہے ڈراؤن، جیٹ، ٹام ہاک، یا ڈیزی کٹر سے مسلح ہو مگر دوسری طرف اُس کے مقابل ابوبکر، عمر، عثمان علی رضوان اللہ اجمعین کے ماننے والے اور طارقؒ، قاسمؒ، ایوبیؒ، اسامہؒ، ملا عمرؒ، اور ملا اختر منصور حفظہ اللہ کے جانثاروں موجود ہیں جو ایمان کے فولادی اسلحے سے لیس ہیں۔ جو لڑتے تو زمین پر ہیں مگر ایمان آسمان والے پر ہی صرف رکھتے ہیں۔ یہ جنگ اب ایک عالمی جنگ کی طرف جا چکی ہے جس میں دو طاقتیں آمنے سامنے آ چکے ہیں ایک طرف حزب الشیطان والے ہیں جس میں امیریکہ، فرانس، ایران، اور اُن کے اتحادی اشرف غنی جیسے غلام ہیں اور دوسری طرف رحمن کا گروہ ہے جس میں دنیا کے تمام مجاہدین اسلام ہیں جو کفر کے خلاف کھڑے ہیں، بے شک مجاہدین اسلام مختلف گروہوں کی صورت میں مختلف ناموں سے ہیں مگر نظریات وافکار میں کسی طرح کوئی تضاد نہیں نظر آئے گا یہ سب گروہ اسلام کی سربلندی کے لئے شیطان کے گروہوں سے لڑ رہے ہیں، یاد رہے کہ اب بھی چند ناعاقبت اندیش لوگ جن کو اپنے سوائے دنیا میں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا جن کے ہر بیان میں اُمت کے بیٹوں کا مرتد جیسے القابات اور صحوات (سرکاری امن لشکر) کے نام سے پکارا جاتا ہے، وہ اپنی کم عقلی اور شریعت پر جذبات کو غالب آنے کی وجہ سے مخلصین کو اپنی من پسند عقائد کی تکمیل کے لئے لڑا رہے ہیں۔ اس مخصوص عقائد کے گروہ کے علاوہ الحمدللہ تمام مجاہدین ایک صف میں کھڑے ہیں۔ ہر فتح پر غرور وکبر کے بجائے یہ بندے اللہ کے سامنے عاجزی سے جھک جاتے ہیں۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے اور حقائق کو دیکھا جائے تو خیر اور شر کے اس معرکے میں تمام مادی وسائل، ٹیکنالوجی، انٹیلی جنس جیسے ہتھیاروں سے لیس حزب الشیطان مکمل طور پر شکست کے دہانے پر ہے مگر دجال کی وہ آنکھ جو اس اُمت محمدؐ کو خبروں کے نام پر دھوکہ اور فریب ہی نہیں دے رہی ہے بلکہ فکری میدان میں بھی وہ اس اُمت کو گمراہ کن نظریات کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اس کئی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ امیر مومنین ملا اختر منصور حفظہ اللہ کی شہادت کی افواہ کو اس قدر عام کر دیا گیا ہر ایک اس پر یقین کر بیٹھا کہ ایسا ہی ہے اور میڈیا اس کو ایسے بیان کر رہا تھا جیسے یہ لوگ بنفس نفیس خود شریک تھے جنازے میں، پھر جب امیر مومنین کا صوتی بیان منظر عام پر آیا تو میڈیا کا منہ کسی بدکار لونڈی کی طرح کالا ہو گیا مگر بدکار کا منہ کالا بھی ہو جائے اُسے کیا فکر، ایسے ہی میڈیا نے بھی اپنی اس حرکت پر شرمندگی کا احساس تک نہ کیا، سوچیں کیا آج تک ایسا ہوا کہ میڈیا کی طرف سے کسی کافر صدر یا اہم شخصیت کے بارے میں ابہام پھیلایا گیا؟ کیا کبھی ایسا بیان آیا کہ میڈیا نے کہا ہو ہمیں خبر ملی ہے کہ

بقیہ صفحہ نمبر (48) پر

ازدواجی زندگی

بیوی کے فرائض اور شوہر کے حقوق

قسط دوم

مولانا احمد قاسمی

گھر کے کام کاج پر اجر و ثواب:

بعض مرتبہ ہم لوگوں کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات ایک دنیاوی قسم کا معاملہ ہے اور یہ صرف نفسانی خواہش کی تکمیل کا معاملہ ہے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ دینی معاملہ بھی ہے اس لئے اگر عورت یہ نیت کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذمہ یہ فریضہ عائد کیا ہے اور اس تعلق کا مقصد شوہر کو خوش کرنے اور شوہر کو خوش کرنے کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کو راضی وخوش کرنا ہے، تو پھر یہ سارا عمل ثواب بن جاتا ہے۔ گھر کا جو کام خواتین کرتی ہیں اور اس میں نیت شوہر کو خوش کرنے کی ہے تو صبح سے لے کر شام تک وہ جتنا کام کر رہی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں عبادت میں لکھا جاتا ہے، چاہے وہ کھانا پکانا ہو، گھر کی دیکھ بھال ہو، بچوں کی تربیت ہو، یا شوہر کا خیال ہو، یا شوہر کے ساتھ خوش دلی کی باتیں ہوں، ان سب پر ثواب واجر لکھا جارہا ہے، بشرطیکہ نیت درست ہو۔ اس موضوع پر بالکل صریح حدیث موجود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میاں بیوی کے جو باہمی تعلقات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی اجر وثواب عطا فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ تو انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تحت کرتا ہے اس پر کیا اجر؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ ان نفسانی خواہشات کو ناجائز طریقے پر پورا کرتا تو اس پر گناہ ہوتا یا نہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گناہ ضرور ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چونکہ میاں بیوی ناجائز طریقے کو چھوڑ کر جائز طریقے سے نفسانی خواہشات کو میری وجہ سے اور میرے حکم کے ماتحت کر رہے ہیں اس لئے اس پر بھی ثواب ہوگا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۹۱۹۷)

☆ بیوی گھر میں آنے کی اجازت نہ دے

حضرت ابو ہریرہؓ کی وہ حدیث جس میں شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو نفل روزہ کی ممانعت ہے اس کا اگلا جملہ یہ ارشاد فرمایا "وَلَا تَأْذَنَ فِيْ بَيْتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ" یعنی عورت کے ذمہ یہ بھی فرض ہیکہ شوہر کے گھر میں کسی کو شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ یا کسی ایسے شخص کو گھر کے اندر آنے کی اجازت دینا جس کو شوہر ناپسند کرتا ہو یہ عورت کے لئے بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اس بات کو اور تفصیل سے بیان فرمایا کہ یاد رکھو تمہارا تمہاری بیویوں پر بھی کچھ حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر بھی کچھ حق ہے یعنی دونوں کے ذمہ ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہیں اور دونوں کے حقوق کی نگہداشت اور پاسداری فریقین پر لازم ہے تو وہ حقوق کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ اے مردو! تمہارا حق ان بیویوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ایسے لوگوں کو استعمال نہ کرنے دیں

جنہیں تم ناپسند کرتے ہو، اورتمہارے گھر میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جن کا آنا تم ناپسند کرتے ہو۔ جہاں وہ حق بیان فرمائے ایک یہ کہ بیوی کی ذمہ یہ فرض ہے کہ وہ گھر کے اندر کسی ایسے شخص کو آنے نہ دے جس کے آنے کو شوہر ناپسند کرتا ہو حتی کہ اگر بیوی کے کسی عزیز یا رشتہ دار کا گھر میں آنا شوہر کو ناپسند ہو تو اس صورت میں اپنے عزیزوں کو بھی گھر میں آنے کی اجازت دینا جائز نہیں اور والدین کو صرف اتنی اجازت ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک مرتبہ آکر بیٹی کی صورت دیکھ لیں اس سے تو شوہر ان کو روک نہیں سکتا۔ لیکن ان کو بھی شوہر کی اجازت کے بغیر گھر میں ٹھہرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ جن کو تم ناپسند کرتے ہو ان کو آنے کی اجازت نہ دو، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ اور دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ وہ بیویاں تمہارے بستروں کو استعمال کرنے کی اجازت نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو بستر کے استعمال میں سب چیزیں داخل ہیں، یعنی بستر پر بیٹھنا، بستر پر لیٹنا، بستر پر سونا یہ سب اس میں داخل ہیں، حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ نے اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے باپ حضرت ابوسفیانؓ کو جب وہ ایمان نہیں لائے تھے اور بیٹی کے یہاں آئے تو ام حبیبہؓ نے حضور ﷺ کے بستر پر باپ کو بیٹھنے نہیں دیا اور بستر لپیٹ دیا جس پر ابوسفیانؓ نے یہ کہا کہ رملہ! کیا یہ بستر میرے لائق نہیں ہے یا میں اس بستر کے لائق نہیں ہوں۔ حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا کہ! ابا جان بات یہ ہے کہ آپ اس بستر کے لائق نہیں ہیں اس واسطے کہ یہ محمد ﷺ کا بستر ہے اور جو آدمی مشرک ہو میں اس کو اپنی زندگی میں اس بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا رملہ! مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم اتنی بدل جاؤ گی کہ اپنے باپ کو بھی اس بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دوگی۔ حضرت ام حبیبہؓ نے اس حدیث کی بنا پر یہ عمل کیا۔

☆ عورت کو اجازت کے بغیر اپنے شوہر کا مال خرچ کرنا جائز نہیں

عورت کو چاہیے کہ اپنے نفس و مال میں اس کی مرضی کے خلاف کوئی تصرف نہ کرے مال میں تصرف سے مراد وہ مال ہے جو مرد نے ضروریات زندگی کیلئے عورت کو دیا ہے اس میں اس کی مرضی واجازت کے بغیر خرچ کرنا درست نہیں اور بعض علماء نے کہا کہ مال سے مراد عورت کا مال مراد ہے اس صورت میں عورت کو اپنے مال میں بھی بغیر شوہر کی مرضی کے تصرف نہیں کرنا چاہئے، بہترین عورت کا یہی کردار ہوتا ہے۔ عورت کو اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کسی کو تحفہ دینا بھی جائز نہیں ہے البتہ وہ اپنے مال میں سے دے سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کیلئے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو تحفہ دینا جائز نہیں۔

(نسائی کتاب الزکوۃ ۵ / ۶۶) غرض کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے مال کو اندھا دھند یا بیدردی سے خرچ نہ کرے بلکہ اس میں اعتدال اور میانہ روی کا پہلو اختیار کرے اگر وہ ایسا کرے گی تو اس پر اس کو ثواب بھی ملے گا ہاں اگر کوئی ہنگامی ضرورت پیش آجائے یا اتنا لینے کی حاجت لاحق ہو جائے جو عمومی اخراجات اور خیر وخیرات کے ماسوا ہو تو پھر اس سلسلہ میں شوہر کی اجازت ضروری ہو جائیگی لیکن اگر شوہر نے اس طرح کی اجازت پہلے سے دے رکھی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت اپنے گھر کا کھانا (یا اناج) بغیر کسی خرابی کے خرچ کرتی ہے تو اسے اجر ملے گا اور شوہر کو بھی اس کی کمائی کی وجہ سے اور جمع کرنے والے کو بھی اسی طرح کا ثواب ہوگا۔

(بخاری کتاب الزکوۃ ۲/ ۱۲۰)

اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اپنا اور اپنے بچوں کا نفقہ شوہر کے مال میں سے لے سکتی ہے۔

☆ عورت کو اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں

اللہ تعالی کا ارشاد ہے "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى" کہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے گھروں میں قرار سے رہیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے آپ کو دکھاتی نہ پھریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت بلاضرورت باہر نہ جائے اگر ضرورت سے باہر جانا ہو تو پردہ کے ساتھ اپنے شوہر سے اجازت لے کر جائے، بے پردہ ہو کر اور بلا اجازت کے عورت کو باہر جانا جائز نہیں۔ فقہاء نے یہ قانون لکھا ہے کہ اگر شوہر عورت سے یہ کہہ دے کہ تم گھر سے باہر نہیں جاسکتیں اور اپنے عزیز واقارب سے ملنے نہیں جاسکتیں حتی کہ اس کے والدین سے ملنے کیلئے جانے سے منع کر دے تو عورت کیلئے ان سے ملاقات کیلئے گھر سے باہر جانا جائز نہیں، البتہ اگر والدین اپنی بیٹی سے ملنے کیلئے اس کے گھر آجائیں تو اب شوہر ان والدین کو ملاقات کرنے سے روک نہیں سکتا، لیکن فقہاء نے اس کی حد مقرر کر دی ہے کہ اس کے والدین ہفتہ میں ایک مرتبہ آئیں اور

ملاقات کر کے چلے جائیں یہ اس عورت کا حق ہے شوہر اس سے روک نہیں سکتا۔لیکن اجازت کے بغیر عورت کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔

(اصلاحی خطبات جلد ۲ صفحہ ۵۳)

(کتاب النکاح، ابوداؤد ۲/۳۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر اسی صورت میں کرسکتی ہے جب کہ اس کا باپ، یا اس کا بھائی، یا اس کا بیٹا، یا اس کا

کو جھٹلاتی ہیں، اگر تو ان میں سے کسی سے پوری زندگی بھی احسان کرے سلوک کرے پھر تجھ سے کوئی بات خلاف طبع دیکھے گی تو یوں کہے گی کہ میں نے تیرے سے کوئی بھلائی کبھی نہیں دیکھی۔

(بخاری ۱/۱۴۴۔مسلم ۱/۲۹۸)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ وحضرت عبد اللہ بن عمرؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتو! تم صدقہ دو اور کثرت سے استغفار کرو کیونکہ میں نے دیکھا کہ تم دوزخ والوں میں زیادہ تعداد میں ہو، ایک جری عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہماری کیا بات ہے کہ ہم دوزخ میں زیادہ جائیں گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم (عورتیں) لعنت بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ایک روایت میں ہے کہ تم شکوہ بہت کرتی ہو۔

(ابن ماجہ ص ۲۸۸۔مسلم جلد ا ص ۲۸۹)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں کچھ بری باتیں اور اخلاقی رذائل ایسے ہیں جن کی وجہ سے اکثر عورتیں جہنم جائینگی۔ایک یہ کہ زبان پر بہت لعن وطعن کے الفاظ کا ہونا۔چنانچہ مشاہدہ ہے کہ اکثر عورتیں اپنے بچوں کو، بڑوں کو، اپنوں اور غیروں سب کو اکثر وبیشتر لعن طعن کرتی رہتی ہیں، دوسرے یہ کہ شکوہ وشکایت ان کا محبوب مشغلہ ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر شکوہ وشکایت کرنے لگتی ہیں، تیسرے یہ کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور کتنا بھی انہیں چین وراحت شوہر کی طرف سے پہنچے مگر جوں ہی ذراسی بات خلاف مزاج پیش آئی سارے پر پانی پھیر دیتی ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر وعید سنائی ہے کہ ایسی عورتیں جہنم میں جائینگی۔

> **مال پیسہ، عمدہ کھانے، بہترین کپڑے، راحت وآسائش کا پورا سامان میسر ہو مگر ذرا سی بات بھی خلاف مزاج پیش آجائے تو بلا جھجک یہ کہہ دیتی ہیں کہ اس گھر میں میں نے کبھی راحت نہیں پائی یہاں مجھے کوئی سکون نہیں۔**

☆کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر سفر نہ کرے

یہ بات تو معلوم ہوگئی کہ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں شوہر اجازت دے تو باہر جا سکتی ہے لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اگر وہ کہیں کا سفر کر رہی تو اپنے کسی ذی محرم شخص کے بغیر تین دن بعض روایات کے مطابق ایک دن اور ایک رات کا اور بعض روایات کے مطابق صرف ایک رات کا سفر تنہا نہیں کرسکتی اور اس میں سفر حج بھی شامل ہے۔ذی محرم سے مراد عورت کا وہ قریبی رشتہ دار ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہو جیسے باپ بیٹا بھائی وغیرہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت تین دن کا سفر صرف کسی حرمت والے (محرم) شخص کے ساتھ ہی کرسکتی ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر ۲/۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ بات جائز نہیں کہ وہ ایک دن اور ایک رات کا سفر بغیر کسی محرم شخص کے کرے۔(بخاری جلد ۲/۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان عورت کیلئے ایک رات کا سفر بھی بغیر کسی محرم شخص کے کرنا جائز نہیں ہے۔

شوہر، یا اور کوئی حرمت والا شخص اس کے ساتھ ہو۔

(ابوداؤد کتاب اللباس جلد ۴ ص ۳۵۵)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ عورت اپنے محرم کے بغیر تنہا سفر نہیں کرسکتی چاہے حج کا سفر یا کوئی دوسرا سفر ہو۔

☆شوہر کی ناشکری سے پرہیز

عام طور پر عورتوں میں ایک بیماری یہ ہے کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔مال پیسہ، عمدہ کھانے، بہترین کپڑے، راحت وآسائش کا پورا سامان میسر ہو مگر ذرا سی بات بھی خلاف مزاج پیش آجائے تو بلا جھجک یہ کہہ دیتی ہیں کہ اس گھر میں میں نے کبھی راحت نہیں پائی یہاں مجھے کوئی سکون نہیں۔چنانچہ عورتوں کی اس زود رنجی اور ناشکری کا حدیث میں ذکر آیا ہے اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعید سنائی ہے، ان احادیث کو بغور ملاحظہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا اس میں اکثر عورتیں تھیں صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کس وجہ سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی ناشکری کرنے کی وجہ سے، پوچھا گیا کہ کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا کہ اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان

اس لئے ایک تو عورتوں کو اس قسم کی برائیوں سے خصوصیت سے پرہیز کرنا چاہئے دوسرے صدقہ وخیرات اور ستغفار کے ذریعہ ان گناہوں کو دھونا چاہئے۔

☆شوہر کیلئے زیب وزینت

ازداوجی زندگی میں جن امور کی بہت زیادہ اہمیت ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کیلئے زیب وزینت اختیار کرے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس ہوئے تو صحابہؓ سے فرمایا کہ ابھی فوراً گھر میں داخل نہ ہوں بلکہ عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ وہ بالوں کو ٹھیک کرلیں اور غیر ضروری بال صاف کرلیں۔ (بخاری ۲/۶۷۔مسلم ۱/۴۷)

اس حدیث میں سفر سے آنے والوں کو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ابھی فوراً واچانک گھروں میں داخل نہ ہو اور عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ وہ بالوں میں کنگھی کرلیں اور غیر ضروری بالوں کو استرے سے صاف کر کے زینت اختیار کرلیں۔ ملاعلی قاریؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں معنیٰ یہ ہیں کہ اس وقت تک ٹھہر جاؤ کہ عورتیں اپنے شوہروں کیلئے زیب وزینت کرلیں اور اپنے آپ کو شوہر کیلئے تیار کرلیں۔(مرقات ۶/ ۱۹۲)

اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوگئی کہ عورت کا مرد کیلئے زیب وزینت اختیار کرنا ضروری ہے اس لئے مردوں کو حکم دیا گیا کہ ایک دم واچانک گھروں میں داخل نہ ہوں تاکہ عورتیں زیب وزینت کر لیں۔ اور علماء نے اس کو مرد کے حقوق میں شمار کیا ہے کہ عورت پاکی وصفائی اور زیب وزینت کے ساتھ رہے اور اس میں کوتاہی کرنے پر سزا دی جا سکتی ہے۔ درمختار ورد المحتار میں ہے کہ زینت کو ترک کرنے پر شوہر بیوی کو سزا دے سکتا ہے اسی طرح غسل جنابت نہ کرنے پر بھی سزا دے سکتا ہے۔ (شامی ۴/ ۷۷) اسی طرح خانیہ اور بحر الرائق میں ہے کہ چار باتوں پر شوہر بیوی کو مار سکتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت زینت ترک کرے اور ایک حیرت ناک بات یہ بھی سن لیجئے کہ ان چاروں میں سے ایک چیز نماز کا ترک کرنا اور چھوڑنا بھی ہے۔ مگر اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نماز کے چھوڑنے پر عورت کو شوہر مار سکتا ہے یا نہیں لیکن ترک زینت پر مارنے کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔

(خانیہ علی ہامش الھندیہ جلد ا ص ۴۴۲)

اس سے اندازہ لگایئے کہ عورت پر شوہر کیلئے زینت کا اختیار کرنا کس قدر ضروری واہم ہے اور زینت ونظافت وصفائی میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں کہ منہ کو مسواک یا کسی اور چیز سے صاف کرے اور جسم اور کپڑوں کو عطر وخوشبو سے معطر کرے اور صاف ستھرے کپڑے پہنے بالوں میں کنگھی کرے زیر ناف اور بغلوں کے بالوں کو صاف کرے وغیرہ۔

(اسلام میں عورت کا کردار ص ۶۶)

☆گھر اور بچوں کی حفاظت

اسلام نے پاکیزہ اور پرسکون اور پر لطف زندگی کیلئے جو اصول وضوابط تعلیم فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے گھر کی اس کے مال واسباب کی اور اس کے بچوں کی نگرانی وحفاظت کرتی رہے یہ اس کے فرائض اور ذمہ داریوں میں داخل ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچے کی راعی ونگراں اور حفاظت کرنے والی ہے۔ راعی وہ امانت دار نگران ہے جو اس چیز کی اصلاح وتدبیر میں لگا رہتا ہے جو اس کی ذمہ داری میں دی گئی ہو۔

(بخاری ۲/ ۱۰۵۷، ۱۳/ ۱۱۲۔ فتح الباری ۱۱۳)

اور عورت کی نگرانی یہ ہے کہ گھریلو امور اور اولاد اور خدام کی تدبیر کرے اور اس معاملے میں شوہر کا تعاون کرے یعنی شوہر کے مال اور اولاد کی حفاظت کرے کسی چیز کو ضائع نہ ہونے دے کوئی چیز خراب نہ کرے ورنہ اس سلسلے میں اسکی پوچھ ہوگی۔ چنانچہ اوپر درج کردہ حدیث کے اول آخر میں یہ جملہ ہے ”اَلاَ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ۔ ترجمہ:تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی ماتحت رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ وہ حضرت فاطمہؓ کی سنت اختیار کریں حضرت فاطمہؓ گھر کے تمام کام خود اپنے ہاتھوں سے کیا کرتی تھیں۔

☆بچوں کی تربیت ونگرانی

عورت پر شادی کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں سے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت بھی اہم اور نازک ذمہ داری ہے اس کی طرف اوپر کی حدیث میں اشارہ گزر چکا ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر اسکو الگ سے ذکر کرنا مناسب سمجھا گیا۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اگر چہ باپ پر عائد ہوتی ہے لیکن اس سلسلہ میں ماں جو کردار (رول) ادا کرسکتی ہے اس کے مقابلے میں باپ کی حیثیت ثانوی درجہ کی رہ جاتی ہے اسلئے کہ ماں کی گود بچہ کا سب سے پہلا مدرسہ اور تعلیم گاہ ہوتی ہے، پھر بچہ کو ماں سے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے اکثر اوقات سابقہ پڑتا ہے جبکہ باپ سے بہت کم سابقہ پڑتا ہے۔ اس لئے عورت پر بچوں کی

تعلیم وتربیت کی یہ نازک ذمہ داری باپ سے زیادہ عائد ہوتی ہے۔اس سلسلے میں ایک بات تو یہ ذہن میں رکھیں کہ بچوں کو شروع ہی سے ایمان ویقین میں مضبوط کرنے کی فکر کریں۔دوسرے اسلامی آداب واسلامی تہذیب سے ان کو آراستہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔پھر جب وہ پڑھنے لکھنے کے قابل ہو جائیں تو تعلیم کا بندوبست کرنا چاہئے۔تعلیم میں اول ومقدم، دینی تعلیم کو رکھنا چاہئے پھر عصری و دنیوی علوم سے بھی بچوں کو آراستہ کرنے کی تدبیر کرنا چاہئے۔حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ادبوا اولادکم علیٰ ثلث خصال حب نبیکم وحب آل بیته وتلاوۃ القرآن"

(طبرانی بحوالہ کنوز السنۃ ص ۱۳۸)

ترجمہ۔اپنی اولاد کو تین عادتوں پر تربیت کرو ایک تمہارے نبی اکرم ﷺ کی محبت، دوسرے نبی کے گھر والوں کی محبت، تیسرے تلاوت قرآن۔ اس حدیث میں اول ایمان دوسرے اعمال کی تعلیم وتلقین اور اس پر تربیت کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ رسول (ﷺ) اور آل رسول (ﷺ) کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور جس کے دل میں یہ چیز پیدا ہو جائے وہ اتباع رسول (ﷺ) اور اتباع آل رسول (ﷺ) کے ذریعہ اپنے عمل کو بھی درست کر لیتا ہے۔لہٰذا سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی محبت بچوں میں پیدا کی جائے پھر تلاوت قرآن کی تعلیم ہونا چاہیے اس لئے کہ قرآن ہمارا اصل ماخذ اور سرچشمہ ہدایت ہے۔آج بچوں کو خود ماں باپ فلم اسٹاروں، کھلاڑیوں اور دنیا داروں کی محبت سکھاتے ہیں اور دنیا بھر کی چیزیں پڑھاتے ہیں مگر قرآن اور اسلام کی تعلیم نہیں دیتے یا اگر دیتے بھی ہیں تو ثانوی درجہ دیتے ہیں جس سے بچوں کے اندر بگاڑ اور فساد کا آنا لازمی ہے۔غرض یہ کہ ماں باپ کے ذمہ ہے کہ بچوں کی تربیت پر خاص زور صرف کریں اور ہر اچھی عادت اور تمام اچھوں اخلاق ان میں پیدا کرنے کو کوشش کریں۔

☆ شوہر کے والدین اور رشتہ داروں سے سلوک

عورت پر لازم ہے کہ شوہر کے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے شوہر کی ماں کو اپنی ماں اور باپ کو اپنا باپ اور بھائی کو اپنا بھائی اور بہن کو اپنی بہن اور اس طرح دیگر رشتہ داروں کو درجہ بدرجہ مقام دے کر ان کو اس درجہ ومقام کے لحاظ سے دیکھے اور اسی کے مناسب ان سے سلوک کرے۔علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ عورت پر واجب ہے کہ شوہر کے خاندان والوں اور ان کے رشتہ داروں کا اکرام کرے۔(الکبائر ص ۱۷۵) آج کل امت میں جو خرابیاں اور جو امراض وبیماریاں پھیلی ہوئی ہیں جن سے معاشرہ فاسد اور خراب ومتعفن ہو گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شادی ہوتے ہی شوہر کو اس کے رشتہ داروں اور والدین سے جدا کرنے کی فکر کرتی ہے۔ اور اس کی تحریک شروع ہوتی ہے شوہر کے والدین سے بدسلوکی شوہر کے بھائی بہنوں سے لڑائی جھگڑا اور اس کے رشتہ داروں سے نفرت وکراہت اور ان کی توہین وتذلیل سے آخر کار نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ شوہر اور اس کے خاندان میں نفاق وشقاق پیدا ہو جاتا ہے اور جدائی وفراق کے حالات بن جاتے ہیں اور اس سب کی ہیروئن یہی نئی نویلی دلھن ہوتی ہے اسلام تو اتحاد واتفاق کا پیار ومحبت کا سبق دیتا ہے اور یہاں اس کے خلاف نفاق وشقاق وفراق کی باتیں ہوتی ہیں۔اور عورت کو چاہیے کہ اس روش سے دور رہے اور شوہر کے تمام اہل خاندان سے محبت کے ساتھ اور حسن سلوک کے ساتھ رہے۔تنبیہ: میں یہ نہیں کہتا کہ ہر جگہ اور کلی طور پر اس صورۃ حال کی ذمہ دار یہ لڑکی ہوتی ہے نہیں بلکہ بہت ساری جگہوں پر شوہر کے والدین رشتہ دار اور خود شوہر کی طرف سے لڑکی پر ظلم وزبردستی اور بیجا مطالبات وغیرہ کی وجہ سے اس طرح کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے اگر زیادتی شوہر کی طرف سے یا اس کے والدین اور رشتہ داروں کی طرف سے ہو رہی ہے تو اس کا ذمہ دار شوہر ہوگا اس صورت میں عورت کو صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو سکے صبر کرنا چاہئے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سب حالات درست کر دے گا۔

☆ آخری بات نباہ کی کوشش:

ازدواجی زندگی کا مسئلہ بڑا ہی نازک ہوتا ہے اور یہ صرف دو افراد مرو عورت کا مسئلہ نہیں بلکہ دو خاندانوں کا مسئلہ ہے پھر ایک دو دن یا چند مہینوں کا مسئلہ نہیں بلکہ زندگی بھر کا مسئلہ ہے اس لئے کھٹی میٹھی باتیں نرم وگرم حالات، سختی ونرمی کی کیفیات مزاجوں میں فرق حالات میں اتار چڑھاؤ، رایوں

بقیہ صفحہ (   ) پر

> ازدواجی زندگی کا مسئلہ بڑا ہی نازک ہوتا ہے اور یہ صرف دو افراد مرو عورت کا مسئلہ نہیں بلکہ دو خاندانوں کا مسئلہ ہے۔

پولیس مقابلوں کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ اور تجاویز

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

اسلام نے انسان کو معزز و مکرم قرار دیا اور یہ اعزاز کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں حتی کہ فرشتوں کو بھی۔ اسی اعزاز کی بدولت اس کی جان، مال آبرو کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسلام میں انسانی جان کی اہمیت و احترام۔۔ یہ تحفظ اسے بھی حاصل ہے جو کسی اعلی نسل یا حکمران خاندان سے تعلق رکھنے والا شخص ہو اور اُسے بھی حاصل ہے جو سماجی یا کسی بھی اعتبار سے کمزور شخص ہو۔قرآن نے ایسے لوگوں کی گرفت کرتے ہوئے کہا جو جنس کی بنیاد پر بچیوں کا قتل کرتے تھے۔بای ذنب قتلت (التکویر/۹) قیامت کے دن ایسے لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کس جرم کی پاداش میں قتل کیے گئے۔ جو بھی شخص پیدا ہوا ہے زندہ رہنا اس کا حق ہے، اُسے قتل کرنا یا کسی بھی قسم کا جسمانی نقصان پہنچانا اسلام کی صریح تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ اللہ تعالی نے مسلمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا : ولا یقتلون النفس التی حرم اللّٰہ الا بالحق (فرقان/٦٨) مسلمان وہ ہیں جو اللہ کی حرام کی ہوئی کسی انسانی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے۔ بلکہ بلا تخصیصِ مذہب ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا۔ارشادِ ربانی ہے :من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانمآ احیا الناس جمیعا (المائدہ/ ٣٢) جس نے کسی شخص کو قتل کیا بغیر کسی جان کے بدلہ یا زمین میں فساد پھیلایا وہ قاتل ایسا ہے جیسے اس نے سارے انسانوں کو قتل کیا ہو جس نے کسی ایک انسان کو زندگی کا تحفظ فراہم کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو تحفظ فراہم کیا۔اور اس حکم میں مسلم، غیر مسلم، عورت، مرد کی کوئی تخصیص نہیں، قتل قتل ہے خواہ کسی کا بھی ہو۔ اسی طرح زندگی بچانا بھی عظیم کام ہے وہ زندگی کسی مسلمان کی ہو یا کافر کی، عورت کی ہو یا مرد کی اور ایک انسان کی زندگی کو تحفظ فراہم کرنا سارے انسانوں کو تحفظ فراہم کرنے کی طرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے زندگی کے آخری حج کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا :ایھا الناس ... ان دماء کم و اموالکم واعراضکم و ابشارکم و اولادکم حرام علیکم۔ (سیرت ابن ہشام بیروت ج ٢ ص ٦٠٣) اے لوگو! بلا شبہ تمہارے خون اور تمہارے مال، تمہاری عزتیں، تمہاری جانیں اور تمہاری اولاد باہم ایک دوسرے کے لیے قابل احترام ہیں۔ کسی مسلمان کو قتل کرنا یا اس کا مال زبردستی لینا (جیسے بھتہ لینا) یا اس کی بے عزتی کرنا (یہ کام آج کل اخبارات کررہے ہیں، ہر شریف انسان کو دہشت گرد اور قاتل لکھ دیتے ہیں) یہ سب حرام ہے۔ انسانی جان کو نقصان پہنچانے والے کی سزا جو انسانی جان کو کلی یا جزوی نقصان پہنچائے گا اس کی دنیاوی سزا تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے گا۔جان کے بدلہ جان یعنی قتل کے بدلہ قاتل کو قتل کیا جائے گا، آنکھ کے بدلہ آنکھ، دانت کے بدلہ دانت توڑا جائے گا (سورۂ بقرہ ١٧٨ اور ١٩٤) اور یہ بھی بتادیا کہ قاتل کو قتل کرنے میں ساری انسانیت کی حیات و تحفظ کا راز پوشیدہ ہے (سورۂ بقرہ ١٧٩) لیکن یہ حق صرف عدالت کو دیا گیا ہے، اُخروی سزا یہ تو دنیاوی سزا ہے، علماء کے ایک طبقہ کی رائے ہے دنیاوی سزا پانے کے باوجود اُخروی سزا بھی ملے گی اور یہ کہ وہ توبہ بھی کرلے اور سزا بھی بھگت لے۔قاتل کی اخروی سزا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللّٰہ علیہ و لعنہ و اعدلہ عذابا عظیما۔ (سورہ النساء ٩٣) اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے وہ اسی میں رہے گا اور اللہ کا اس پر غضب ہوگا اور اس کی لعنت، اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کے

لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔ یعنی مسلمان کے قتل کرنے والے کی سزا دنیا میں قتل اور آخرت میں جہنم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : ہر گناہ کے متعلق امید ہے اللہ تعالی معاف کر دے سوائے اس شخص کے گناہ کے جو شرک کرتے ہوئے مرا یا جس نے کسی مسلمان کو ناحق قتل کیا۔ (جمع الفوائد ج۱ص ۲۷٤) بنی کریم ﷺ کا اپنے صحابہ سے خون کے تحفظ کا عہد لینا، خونِ مسلم کی یہی اہمیت ہے جس کے پیش نظر آپ ﷺ نومسلم صحابہ و صحابیات سے باقاعدہ بیعت لیتے تھے کہ وہ کسی کا ناحق خون نہیں بہائیں گے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت عبادہ فرماتے ہیں آپ ﷺ جن باتوں پر بیعت لیتے تھے ان میں سے ایک یہ تھی ولا تقتلن النفس التی حرم اللہ (بخاری باب من احیاها) عہد کرو ناحق کسی انسان کو قتل نہیں کرو گے جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ قرآن نے خواتین کی بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ولا یقتلن اولادھن (الممتحنۃ/۲) خواتین عہد کریں کہ وہ اپنے بچوں کو جنس کی بنیاد پر یا کھلانے کے خوف سے قتل نہیں کریں گی۔ اس لیے کہ بچوں کا قتل اگرچہ مرد کرتے تھے لیکن اس میں خواتین کی رضا شامل ہوتی تھی دوسرے کبھی وہ اپنے گناہ کو چھپانے کے لیے نومولود کو قتل کر دیا کرتی تھیں اس لیے بھی خواتین سے عہد لیا جاتا تھا۔ لیکن میرا خیال ہے نو مسلموں سے خصوصی طور سے یہ عہد اس وجہ سے لیا جاتا تھا کہ اس معاشرہ میں جسے عہد جاہلیت کہا جاتا ہے انسانی خون اپنی قدر و قیمت کھو چکا تھا جو جسے چاہتا قتل کر دیتا تھا، بڑے آدمی کے قصاص میں غریب کو قتل کیا جاتا تھا لیکن غریب اور کمزور کے قصاص میں طاقتور کو معاف کر دیا جاتا یا معمولی جرمانہ لگا دیا جاتا تھا۔ اُردو زبان کی اصطلاح میں لوگوں کے منہ خون لگ چکا تھا جس سے عادت چھڑانا بہت مشکل کام تھا وہ لوگ سالہا سال تک معمولی باتوں پر خون کی ہولی کھیلتے رہتے تھے اس لیے جہاں ایک طرف عبرت ناک سزائیں مقرر کیں وہیں دوسری طرف ان سے عہد بھی لیا تا کہ اُنھیں اس حکم کی خصوصی نوعیت کا اندازہ ہو۔

اعانت قتل بھی قتل کی طرح ہے۔ اسلام میں جو سزا قتل کرنے کی ہے وہی سزا قتل میں مدد کرنے والے کے لیے بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : جو شخص کسی مسلمان کے قتل میں مدد کرے خواہ وہ ایک کلمہ ہی سے کیوں نہ ہو تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا" خدا کی رحمت سے مایوس" (تفسیر ابن کثیر ج۱ص ۳۳۵) جو کسی دوسرے کو قتل کرنے حکم دیتا ہے اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا : قسمت النار سبعین جزا فللآ مر تسعۃ وستون وللقاتل جزء (جمع الفوائد ج۱ص ۲۷۵) آگ ستر حصوں میں بانٹ دی گئی ہے ان میں سے انہتر حصے اس کے لیے ہوگی جو قتل کا حکم دیتا ہے اور ایک حصہ اس قاتل کے لیے جو دوسرے کے کہنے سے قتل کرے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اعانت قتل سے منع کیا بلکہ مسلمانوں کو ترغیب دی کہ مظلوم کی مدد کریں۔ مدد کی تین صورتیں ایمان کی بلندی و پستی سے منسلک کر کے بیان کی ہیں۔ فرمایا ایمان کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان برائی کو ہاتھ سے روکے، دوسرا درجہ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکو، اگر اس کی بھی طاقت نہ تو کم از کم دل سے برا جانے یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا : جہاں ظلم و جور سے ایک انسان کو قتل کیا جا رہا ہو تم میں سے کوئی کھڑا منہ تکتا نہ رہے بلکہ اس کو بچائے جو وہاں کھڑا رہتا ہے اور مظلوم کو نہیں بچاتا وہ قابل لعنت ہے اس پر لعنت برستی رہتی ہے (جمع الفوائد ج۱ص ۲۷۵) اقوام متحدہ کے چارٹر میں انسانی جان کا تحفظ ۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق میں بھی پہلی دفعہ میں صراحتاً لکھا ہے" ہر انسان آزاد پیدا ہوتا ہے عزت اور حقوق میں سب برابر ہیں اور تیسری دفعہ میں مرقوم ہے" ہر انسان اپنی زندگی، آزادی اور شخصی سلامتی کا حق رکھتا ہے" نویں دفعہ میں صراحت ہے" کسی انسان کو ظلماً قید کرنا، بند رکھنا یا اسے جلا وطن کرنا جائز نہیں ہے" (انسانی حقوق محمد رحیم حقانی جمعیت پبلیکیشنز لاہور ص ۱۲۲۔۱۲۳) انسانوں جانوں کو تحفظ فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان کے آئین کے مطابق بھی ہر شخص کی جان مال آبرو کو تحفظ حاصل ہے۔ مفتی ظفیر الدین صاحب نے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : جو شخص اس اُمت کے کسی کام پر مامور ہو اور وہ ان میں انصاف نہ کرے تو اللہ تعالی اس شخص کو جہنم میں ڈال دے گا (اسلام کا نظام امن ص ۸۲) اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لوگوں کی جان کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اسٹیٹ کے ارباب حل وعقد کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا : ولا یجر منکم شنآن قوم علی ان لا تعد لوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون (المائدہ/۲) کسی قوم کی دشمنی تم کو ناانصافی پر آمادہ نہ کرے تمہیں چاہیے انصاف کرو پرہیز

گاری کا یہی تقاضہ ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کا موں کی خبر ہے۔ بر صغیر میں انسانی جانوں کا عدم تحفظ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں یہ روایت عام ہے کہ صاحب اختیار سرکاری آفیسرز وعہدیداران اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنے مخالفین کے خلاف اسٹیٹ کی طاقت کو استعمال کرتے ہیں انصاف کی جگہ ناانصافی کی شکایات عام ہیں اور یہ ظلم وستم کے کام کی ابتداً پولیس سے بعد میں عدالتوں کے ذریعہ لیے جاتے ہیں۔عوام کے ساتھ پولیس کا سلوک پولیس ناحق لوگوں کو گرفتار کرتی ہے یہ گرفتاری کبھی از خوداور کبھی کسی سرکاری آفیسر کے ایماء پر عمل میں آتی ہے اس کے بعد کھاتہ پورا کرنے کے لیے انھیں مختلف کیسز میں ملوث کیا جاتا ہے۔ پولیس اپنے پالتو مخبر اور دلالوں کی گواہی بھی شامل کر کے کیس عدالت میں بھیج دیتی ہے۔لیکن بہت سے کیس ایسے ہوتے ہیں جس میں مطلوبہ شخص گرفتار نہیں ہوتا لہٰذا پولیس اسے پہلے مفرور قرار دیتی ہے پھر جتنی بھی ایف آئی آرز زیر تفتیش ہوتی ہیں انہیں مطلوبہ شخص کو نامزد کر کے بے شمار جھوٹے کیسز میں ملوث کر دیا جاتا ہے پھر عدالت میں فائل کا پیٹ بھر کے جج کے سامنے کیس پیش کر دیا جاتا ہے۔ پچھلے دور میں ایسے کیسز پر عدالت نے لوگوں کے سروں کی قیمت مقرر کرنی شروع کر دی تھی گویا ایک سرکاری ادارہ نے بے گناہ کو گناہ گار قرار دیا دوسرے ادارے (عدالت) نے پہلے ادارے کو اقدام قتل کا موقع فراہم کیا، نتیجہ یہ نکلتا کہ بے شمار نوجوانوں کو پولیس گرفتار کرتی مطلوبہ رقم نہ ملنے پر یا دشمنی نکالنے کے لیے پولیس مقابلہ میں ہلاک کر دیتی تھی۔ پاکستان میں اس ظلم وستم کی تاریخ غلام مصطفیٰ کھر سے شروع ہوتی ہے جس نے پنجاب میں اپنی گورنری کے زمانہ میں لوگوں کو پولیس مقابلہ میں مروانا شروع کیا پھر اسی نسخہ کو سندھ کے وڈیروں نے اپنے مخالفین پر استعمال کیا۔اس طرح پولیس کے منہ خون لگا دیا گیا پھر پولیس کا حوصلہ اس قدر بلند ہو گیا کہ وہ وزیر اعظم جو عوام کے خلاف پولیس مقابلہ کا ہتھکنڈہ استعمال کر رہی تھی اسی کا بھائی اس کا نشانہ بن گیا یہی حربہ پورے ملک میں مذہبی افراد کے خلاف استعمال کیا گیا بہت سے نوجوانوں کو پچھلے دور حکومت میں جیلوں سے نکال کر پولیس مقابلہ میزن شوٹ کر دیا گیا اور یہ سارے کام سرکاری ایماء پر ہوئے۔ پولیس کے نئے نظام میں ظلم کی دو مثالیں موجودہ حکومت نے اگرچہ بظاہر یہ عندیہ دیا ہے کہ وہ سابقہ غلط راستوں پر نہیں چلے گی لیکن دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ موجودہ حکومت کے ہمدرد لیڈر اور کارندے اپنے سیاسی و مذہبی مخالفین کو پولیس مقابلوں میں مارنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک مذہبی جماعت سے وابستہ شخص لال محمد عرف لالو کے حوالہ سے ایک خبر شائع ہوئی جس کا عنوان تھا "پراسرار پولیس مقابلہ" ساتھ ایک خبر اور بھی شائع ہوئی جس میں الزام لگا دیا گیا تھا کہ تین دن گرفتار رکھنے کے بعد پولیس مقابلہ میں مارا گیا گویا جو سلسلے پہلے چل رہے تھے وہ آج بھی جاری ہیں۔اسی سال کے آغاز میں ملک بھر سے بے شمار ایک مذہبی جماعت سے وابستہ افراد کو گھروں سے گرفتار کیا گیا پھر انھیں بغیر کوئی کیس درج کئے اور انٹری کئے دس تا بارہ دنوں تک تھانوں میں رکھا گیا، اورنگی تھانہ پر صوبہ سندھ کے محتسب نے چھاپہ مار کر پرائیویٹ کمروں سے تین افراد کو برآمد بھی کیا جن کی تھانہ میں انٹری تک نہیں تھی یہ خبر متعدد اخبارات میں شائع ہوئی مگر اس چھاپے کے دو یوم بعد ساٹھ دنوں کے لیے ایم پی او سولہ کے تحت انھیں جیل بھیج دیا گیا حالانکہ ان افراد کا کسی بھی مذہبی یا سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں تھا، متاثرین عدالتی اخراجات کے متحمل نہیں تھے لہٰذا وہ صبر کر کے بیٹھ گئے۔ پاکستان کا ناقص عدالتی نظام اور قانون ہماری عدالتوں نے بے شمار ایسے کیسز پچھلے ایک سال میں صرف اس بنیاد پر خارج کئے ہیں کہ وقوعہ کے دنوں میں مذکورہ شخص ملک میں بھی موجود نہیں تھا لیکن اسے کیس میں شامل کرنے پر کسی پولیس افسر کو سزا نہیں دی گئی۔ یہ نتیجہ ہے ہماری عدالتوں کے ناقص قوانین کا۔کریمنل کیسز، قوانین اور ان کا پروسیجر برطانوی دور کا تیار شدہ ہے جو اس نے غلام قوم کو کچلنے کے لیے تیار کیا تھا، اسی کا ثمرہ ہے کہ مظلوم کو انصاف کے حصول کے لیے وقت پیسہ صرف کرنے کے ساتھ طویل اذیت سے گزرنا پڑتا ہے۔ پہلے مرحلہ میں سالہا سال پیشیاں بھگتنی پڑتی ہیں، دوسرے مرحلہ میں پولیس کے تیار کردہ یا مدعی کے تیار کردہ جھوٹے گواہوں کو بھگتنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی انصاف نہیں ملتا ہے۔اگر انصاف ملتا بھی ہے تو وہ طویل وقت گزرنے کے بعد اپنی افادیت کھو چکا ہوتا ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پولیس، بعض عدالتی ادارے اور وکیل ظلم کے تکون بنے ہوئے جس کی چکی کے پاٹ میں آنے والا ہر شخص آئندہ کے لیے قانون کا راستہ اختیار کرنے کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہے بلکہ قانون کو

اپنے ہاتھ میں لینے اور طاقت کے ذریعے مقصد بر آوری کو ترجیح دیتا ہے جس سے معاشرہ میں لا قانونیت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جن اداروں کو انصاف کی فراہمی کا منبع و مرکز ہونا چاہئے وہ ناانصافی کے مراکز ہیں۔

کافر حکومت کو بقا ہے ظالم کو نہیں

اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں امام ابن تیمیہ کا فرمان نقل کر دوں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس حکومت کو باقی رکھتا ہے جو انصاف پسند ہو خواہ وہ کافروں کی کیوں نہ ہو۔ مگر وہ ظلم کرنے والی حکومت کو باقی نہیں رکھتا خواہ مسلمان کی حکومت کیوں نہ ہو (الحسبۃ فی الاسلام / ۷۵)۔ اگر کسی شخص کو ابن تیمیہ کے فرمان میں شک ہو تو وہ پچھلی دو حکومت کے حکمرانوں کا جائزہ لے لیں۔ اسی طرح ان لیڈروں کا جنھوں نے لوگوں کو قتل کروایا سب بے گھر بے در اور بے یارو مددگار خوار ہو رہے ہیں اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہے ہیں اور اپنے زخم چاٹ رہے ہیں۔

سرکاری اہل کاروں کو ظلم میں آلہ کار نہیں بننا چاہیے

قرآن نے تمام مسلمانوں کو واضح حکم دیا ہے :
تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب (المائدہ /۲)
آپس میں نیک کام اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور ظلم کے کام میں کسی کی مدد نہ کرو اور صرف اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ انصاف کی فراہمی کے ذمہ داروں کو ظالموں کا آلہ کار نہیں بننا چاہیے انہیں اس بات سے بھی نہیں ڈرنا چاہیے کہ آرڈر کی عدم تعمیل کی صورت میں انھیں عدم ترقی، مالی نقصان یا عہدہ سے تنزلی کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے، دنیاوی سزا کے مقابلہ میں اخروی سزا زیادہ سخت ہے بلکہ عین ممکن ہے استقامت کے نتیجہ میں ممکن ہے وقتی نقصان پہنچے لیکن دنیا و آخرت میں اس کا اجر ضرور ملتا ہے اور ملے گا۔

پولیس مقابلوں کی روک تھام

دوسرے یہ کہ پولیس کے ادارہ میں کچھ کرپٹ افراد ہیں جنھیں قانون کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے قطعاً شرم محسوس نہیں ہوتی۔ رشوت اور خونِ ناحق ان کے منہ لگ چکا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی جائیں تاکہ دیگر پولیس اہل کار عبرت حاصل کریں اور پولیس میں بھرتی کے وقت ہر اہل کار سے انفرادی حلف لیا جائے کہ وہ کسی بھی شخص کو قتل نہیں کرے گا جس طرح نبی کریم ﷺ نو مسلم صحابہ وصحابیات سے عہد لیا کرتے تھے۔ اور تھانہ میں ہلاکت یا پولیس مقابلہ میں ہلاکت کی صورت میں ہائی کورٹ کا فل بینچ اس کیس کے محل وقوع پر جا کر جبری گواہی لے کر کیس کی تحقیقات کر کے تیس یوم میں اپنی رپورٹ اخبارات کو جاری کرے۔ اگر پولیس اہل کار مجرم ثابت ہو تو اس کی نوکری ختم کر کے اس کے جی پی فنڈ سے اور سرکاری فنڈ سے مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کی جائے اس لیے کہ ناحق ہونے والے قتل کی ذمہ دار حکومت ہے لہٰذا اس کا ازالہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد نبوی ہے: الا کلکم راع وکلکم مسؤول عن رعیتہ فالا میر الذی علی الناس راع وہو مسؤول عن رعیتہ (بخاری باب الجمعۃ فی القری (ج ۱/ص /۲۱۵) خبردار تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحتوں پر نگران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ حکمران اپنی رعایا کا نگران و ذمہ دار ہے اس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ قرآن نے بھی ظلماً قتل کیے جانے والے شخص کے خون کا ذمہ دار حکمران کو بنایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطانا۔ (الاسراء /۳۳) جو ظلماً قتل ہوا اور اس کا وارث کوئی نہ ہو تو حکمراں اس کا وارث ہوگا خواہ قصاصاً قتل کرے یا دیت ادا کرے (فتح القدیر کاسانی ۳ / ۲۲۳) یہی وجہ ہے علماء کی اکثریت حضرت حسین کے قتل کی ذمہ دار یزید کو ٹھہراتی ہے۔

صفائی کا موقع دیئے بغیر ملزموں کے سروں کی قیمت مقرر کرنا اقدام قتل ہے

۔ تیسرے یہ کہ جب تک کوئی ملزم اپنی صفائی کا موقع نہ حاصل کر لے عدالت کے لیے سروں کی قیمت مقرر کرنا یا اخبارات میں انعامات مشتہر کرنا اسلامی نقطہ نظر سے سراسر ممنوع ہے۔ صرف اطلاع دینے یا گرفتار کروانے پر انعام دیا جا سکتا ہے عموماً ایسے موقع پر جواب دیا جاتا ہے کہ جناب فلاں شخص تو پہلے ہی سے مشہور ہے یقیناً اسی نے قتل کیا ہوگا یا فلاں کی فلاں سے دشمنی تھی لہٰذا وہی قاتل ہو گا۔ بظاہر یہ قرائن خواہ کتنے ہی طاقت ور کیوں نہ ہوں جب تک ملزم سے اقبالی بیان نہ لے لیا جائے اسے صفائی کا موقع نہ دے دیا جائے اس وقت تک وہ ملزم ہی ہوتا ہے اسے مجرم کی صف میں کھڑا کرنا اسلامی نقطہ نظر سے غلط ہے۔ پہلی مثال قرآن کریم میں ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن بلتعہ کا واقعہ منقول ہے جس کا پس منظر یہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مکہ پر حملہ اور فتح کرنے کا پروگرام بنایا اور اس خبر کو راز رکھنے کی خصوصی تاکید فرمائی۔ حضرت حاطب بن بلتعہ نے یہ سوچ کر کہ

اگر اہل مکہ کو میں حملہ کی اطلاع کر دوں تو وہ اس احسان کے بدلہ میرے اہل خانہ کوتحفظ فراہم کریں گے۔انھوں نے بذریعہ خط اس کی اطلاع اہل مکہ کو بھیجی، اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی (الممتحنہ/۱) نبی کریم ﷺ کو مطلع کر دیا آپ ﷺ نے قاصدہ کو گرفتار کروا کر خط برآمد کرلیا۔غور فرمائیے اس خط کی نوعیت غداری، جاسوسی اور جنگی جرائم کی تھی خط جوان کے نام اور ہاتھ سے بھیجا گیا تھا تحریر ی ثبوت کی شکل میں مل گیا، قاصدہ نے بھی گواہی دے دی کہ حضرت حاطب نے خط دیا ہے۔اتنے واضح ثبوت اور سنگین جرم کے بعد حضرت عمر نے قتل کرنے کی اجازت مانگی لیکن آپ ﷺ نے منع کر دیا اور انھیں کھلی عدالت میں اپنی صفائی کا پورا پورا موقع فراہم کیا پھران کے بیان سے مطمئن ہوکر معاف کر دیا۔ دوسری مثال اسی طرح عبدالرحمن کے دور حکومت میں مسلمانوں کی رواداری کی بدولت اندلس کے عیسائی نہ صرف اسلام قبول کر رہے تھے بلکہ اپنے کلچر کو چھوڑ کر مسلم کلچر اور زبان کو اختیار کر کے مسلم رنگ میں رنگتے جا رہے تھے جس کو دیکھ کر چند عیسائی پادریوں نے مشتعل ہو کر اہانت رسول کا ارتکاب کیا۔انھیں گستاخی رسول کے بدلہ سزائے موت دی گئی تو انھوں نے اسے ایک تحریک کی شکل دے کر لاشہیدی تحریک کا آغاز کیا تاکہ مسلمانوں سے نفرت کی بنیاد فراہم ہو۔ پھر کچھ دن بعد مسیح کے لیے شہادت حاصل کرنے کا متمنی کسی مسلم عدالت میں پہنچا، قاضی کے سامنے کھڑا ہوکر ہمارے پیغمبر کو گالیاں دیتا، اسلام کو برا کہتا تھا تاکہ جواباً قتل ہوکر شہید بن جائے لیکن کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں جہاں ملزم کو صفائی کا موقع دیئے بغیر سزائے موت دی گئی ہو جب بھی کسی قاضی کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تو مذکورہ شخص کو گرفتار کرلیا گیا دوبارہ باقاعدہ مقدمہ کی سماعت اور ملزم کے اقبالی بیان اور گواہیوں کی سماعت کے بعد اسے سزائے موت دی گئی۔بغیر عدالتی ٹرائل کے کسی کو قتل کرنے کا اسلام میں کوئی تصور نہیں رہا حالانکہ ایک مسلمان کے لیے اہانت رسول سے بڑھ کر کون سا جرم ہوسکتا ہے؟ تیسری مثال اسی طرح ایسا قاتل جس نے دن دھاڑے قتل کیا ہو، قاتل ومقتول دونوں معلوم ہوں پھر بھی اس کے ورثاء کے لیے جائز نہیں کہ وہ قاتل کو از خود قتل کر دیں بلکہ انہیں عدالت کے ذریعہ یہ اختیار حاصل کرنا پڑے گا۔علماء نے لکھا ہے اگر کسی وارث شخص نے ازخود قاتل کو قتل کر دیا تو تعزیراً اسے سزا دی جائے گی اس لیے کہ اگر قتل کا حق عدالت میں جرم ثابت ہوئے بغیر دے دیا جائے تو ملک میں لاقانونیت پھیل جائے گی اور یہ بڑے فساد کا ذریعہ بنے گی۔ انصاف نہ ملنے کے نتائج اس موقع پر میں حکمرانوں اور سرکاری کارندوں سے کہنا چاہوں گا کہ وہ مظلوم کی دادرسی کے راستے بند کر کے ان کو دیوار سے نہ لگائیں۔وہ جن اتھارٹیز سے انصاف کے معاملہ میں مایوس ہوگا ان کو بھی ظلم کا ستون اور ظلم میں شامل سمجھے گا۔ اپنے دشمنوں میں اس شخص یا ادارہ کو بھی شامل کر لے گا اور ان کے خلاف بھی لڑے گا حکومت ایسے افراد کو ملک کا باغی قرار دے گی قاتل قرار دے گی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مظلوم ہے ملک کے دشمن اور باغی وہ افراد اور ادارے ہیں جنھوں نے ایسے لوگوں کو انصاف فراہم نہیں کیا۔آپ کو یاد ہوگا کچھ عرصہ قبل ہمارے ملک میں وکلاء کے قتل کا سلسلہ چلا تھا ایسا کیوں ہوا؟ اگر غور کریں تو بات خود سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ وکلاء اپنے موکلین کا استحصال کرتے ہیں فیس لیتے ہیں کیس کی پیروی نہیں کرتے، پیسے نہ ملیں تو اپنے موکل کو خود پھنسوا دیتے ہیں بعض وکلاء مخالف سے پیسے وصول کر کے بک جاتے ہیں اپنے موکل کو ہر غلط راستہ اور بیان سکھاتے ہیں۔ یہ کام خاص کر وہ وکلاء کرتے ہیں جو کریمنل کیسز چلاتے ہیں۔ایک شخص کو جب عدالت کے ذریعہ بھی انصاف نہیں ملتا تو وہ وکیل اور عدالت دونوں کو اپنا دشمن سمجھ کر نشانہ بناتا ہے۔آج کل ڈاکٹروں کے قتل کا سلسلہ جاری ہے کسی نے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ لوگوں نے مسیحا کو کیوں قتل کرنا شروع کر دیا ہے یہاں بھی دیگر عوامل کے ساتھ ایک سبب یہ ہے کہ آج ڈاکٹر اور قصائی میں کوئی فرق باقی نہیں رہا ہے ان ڈاکٹروں سے جھوٹی میڈیکل بنوا کر جس کے خلاف چاہیں کیس درج کروا سکتے ہیں۔مریض ہسپتالوں میں تڑپتے رہتے ہیں یہ ڈیوٹیوں پر ہی نہیں ہوتے، اگر ہوتے ہیں تو بھی فوری توجہ کے بجائے گھنٹوں بعد مریض کو ٹریٹ مینٹ دیتے ہیں خواہ اس دوران مریض ہلاک ہو جائے۔بعض ڈاکٹر مخالف مذہب کے زخمیوں کو جان بوجھ کر نظر انداز کرتے ہیں تاکہ وہ ہلاک ہو جائے یا اس کی میڈیکل رپورٹ اس طرح بناتے ہیں تاکہ کوئی کیس نہ بن سکے۔جرائم پیشہ لوگ جرم کرتے ہیں پھر انہی ڈاکٹروں سے جھوٹے سرٹیفکیٹ بنوا کر عدالت میں پیش کر دیتے ہیں کہ وہ اس وقت ہسپتال میں داخل تھے اور عدالت سے باعزت بری ہو جاتے ہیں یہ سب ظلم میں داخل ہے۔

قرآن کریم کی عظمت واہمیت

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

قرآن حکیم خیر کا سرچشمہ ہے۔جتنی اور جیسی خیر تم اس سے مانگو گے یہ تمہیں دیگا تم اس سے محض جن بھوت بھگانا اور کھانسی بخار کا علاج اور مقدمہ کی کامیابی اور نوکری کا حصول اور ایسی ہی چھوٹی چھوٹی ذلیل بے حقیقت چیزیں مانگتے ہو تو یہی تمہیں ملیں گی اگر دنیا کی بادشاہی اور روئے زمین کی حکومت مانگو گے تو وہ بھی ملے گی اور اگر عرش الٰہی کے قریب پہنچنا چاہو گے تو یہ تمہیں وہاں بھی پہنچائے گا یہ تمہارے اپنے ظرف کی بات ہے کہ سمندر سے پانی کی دو بوندیں مانگتے ہو ورنہ سمندر تو دریا بخشنے کے لیے بھی تیار ہے اجتماعی ترقی کے علاوہ قرآن نے ذاتی اور انفرادی سربلندی بھی بخشی ہے عامر بن واثلہ ابی الطفیل سے روایت ہے کہ نافع بن عبدالحارث عمر بن الخطاب سے عسفان کے مقام پر ملے۔حضرت عمر نے ان کو مکہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ پوچھا کہ اہل مکہ پر اپنی جگہ امارت پر کس کو چھوڑ کر آئے ہو نافع نے جواب دیا کہ ابن ابزی کو۔خلیفہ دوم نے فرمایا کہ یہ ابن ابزی کون ہیں؟ نافع نے جواب دیا کہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک غلام ہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم اہل مکہ پر غلاموں کو امیر وحاکم کر آئے ہو؟ نافع نے جواب دیا کہ ہاں اس لیے کہ وہ کتاب اللہ کا قاری اور فرائض وعلوم قرآنی کا عالم ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھیک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ان اللہ یرفع بہذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین" چنانچہ استیعاب میں علامہ ابن عبدالبر کو عبدالرحمن بن ابزی کے بارے میں یہ فقرہ لکھنا پڑا "وقال فیه عمر بن الخطاب عبدالرحمٰن بن ابزی ممن رفعه الله بالقرآن" حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ عبدالرحمن بن ابزی ان لوگوں میں ہیں جن کو قرآن نے بلند مرتبہ پر پہنچایا۔خوب سمجھ لیجئے کہ اللہ کا کلام انسان کے پاس اس لیے نہیں آتا کہ وہ بدبختی نکبت اور مصیبت میں مبتلا ہو۔طٰہٰ O مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى۔ترجمہ یہ ہے کہ اس واسطے نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کریم تو محنت میں پڑے۔فی الحقیقت قرآن محنت اور شقاء نہیں ہے رحمت اور نور ہے۔ سعادت اور نیک بختی کا سرچشمہ ہے، شقاوت اور بدبختی کا ذریعہ نہیں ہے پس جو قوم خدا کی کتاب رکھتی ہو اور پھر بھی ذلیل وخوار ہو، محکوم ومغلوب ہو تو سمجھ لیجئے کہ وہ ضرور کتاب الٰہی پر ظلم کر رہی ہے نجات کی صورت صرف یہ ہے کہ اس کی کتاب کے ساتھ ظلم کرنا چھوڑ دیا جائے اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی جائے، مگر ہو کیا رہا ہے؟ ہو یہ رہا ہے کہ آج ہر جماعت انبیاء کے راستہ کو چھوڑ کر گمراہ قوموں کی راہوں کو اختیار کر چکی ہے۔ وضع قطع، تراش وخراش، صورت و سیرت، تعلیم وتربیت، تہذیب وتمدن اخلاق وعادات رفتار وگفتار، تجارت واقتصادی معاملات اور حکومت وسلطنت غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا رخ قرآن اور صاحب قرآن سے بالکل ہٹا ہوا ہے یہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف لیکن رفتار کی سمت لندن، پیرس، ماسکو، برلن اور نیویارک ہے۔ قاعدہ ہے جب کسی قوم کو اپنے نظام زندگی سے بے خبری اور علم سے بے بہرگی ہو جاتی ہے اور اپنے یقینیات و ایمانیات مشکوک ہو جاتے ہیں اور دوسری قوم کے رسم ورواج اور ظنیات دل میں گھر جاتے ہیں تو اس قوم کا ہیولیٰ تبدیل ہو کر اوپر سے

بظاہر وہی قوم معلوم ہوتی ہے لیکن اندر سے وہ دوسری قوم بن جاتی ہے۔ بعینہ یہی حال مسلمانوں کا ہے آج گمراہ قوموں اور فرقوں کی ایجاد واختراع، دولت وطاقت حکومت وسلطنت کی ظاہری چمک دمک نے ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ ان کی عریانی و بے پردگی، ان کی نفس پرستی وہوس ناکی خود پسندی ان کے تکبر واستکبار، ان کے کفر وعصیان کی ہر تصویر ہمارے دل کو پسند، ہمارے بچے جوان بوڑھے عورت اور مرد ہر ایک اسی کوشش میں ہے کہ ان گمراہ قوموں کے اس مشترک پیدا کردہ تہذیب وتمدن، طور وطریق، شکل ولباس، تعلیم وتربیت کی راہوں کی اقتدا کی تیز سے تیز دوڑ میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے۔ انا اللہ الخ۔

قرآن حکیم اتباع شریعت پر زور دیتا اور اتباع خواہشات وبدعات کی مذمت کرتا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کا مخالف قرار دیتا ہے، راہِ ہدایت پکارتی ہے کہ اس راہ پر چلو راستہ یہ ہے کہ محدثات و بدعات اور خواہشات مچلنے لگتی ہیں اور طرح طرح کی رکاوٹیں سامنے لے آتی ہیں "ھدی" ایک آسمانی آئین ہے اس کے اتباع اور پیروی کرنے اور مان لینے میں محکومیت کا داغ لگتا ہے اور "ھوی" اپنے ہی نفس کے جذبات ہیں اس کے مان لینے میں حاکمیت کا مزہ آتا ہے۔ خواہشات اور اَھویٰ کا محرک چونکہ خود نفس انسانی ہے اس لیے وہ جسم انسانی میں جان کی طرح سرایت کیے ہوئے ہوتی ہے اس لیے ان کا خلاف اتنا ہی مشکل ہوتا ہے جتنا کہ جسم کو جان کا۔ اور جب کبھی ان پر قرآن وحدیث کا ملمع چڑھ جاتا ہے تو اب وہ "ھوی" یعنی بدعات وخواہشات ٹھیک "ھدی" یعنی شریعت کی صورت نظر آنے لگتی ہے اور اس حد پر پہنچ کر انسان اپنے اندر اتنا سکون محسوس کرتا ہے کہ حق کی تلاش کا لفظ بھی سننا گوارہ نہیں کرتا اس لیے یہاں اب توبہ کی بھی امید نہیں رہتی۔ توبہ کی توفیق اس وقت ہوسکتی ہے جب کہ قلب کا گوشہ "ھوی" یعنی بدعات و خواہشات مذمومہ سے خالی ہو۔ آیت ذیل میں اس کی جانب اشارہ ہے۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰي عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰي سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰي بَصَرِهٖ غِشٰوَةً۰ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ۰ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ٢٣ (جاثیہ)

بھلا تو نے اس کو دیکھا جس نے اپنا معبود بنا لیا اپنی خواہش کو اور اس کو گمراہ کر دیا اللہ نے علم ہوتے ہوئے اور مہر لگادی اس کے کان اور دل پر اور پیدا کر دیا اس کی آنکھ پر پردہ تو اس کو کون راہ پر لائے اللہ کے سوا سو کیا تم سوچتے نہیں۔

سورہ جاثیہ کی اس آیت کو اوپر سے پڑھیے تو بات صاف ہو جاتی ہے کہ اختلافات اور فرقہ وارانہ کشمکش کی موجودگی میں امت محمدیہ ﷺ کو بھی چاہیے کہ شریعت کے راستہ پر برابر مستقیم رہے کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کی خواہشات پر نہ چلے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ایسے لوگوں کی استعداد خراب ہے اور وہ اس قابل ہیں کہ سیدھی راہ سے بھٹکتے پھریں۔ اللہ بھی اس کو اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر نہ کان نصیحت سنتے ہیں نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے نہ آنکھ سے بصیرت کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر پہنچا دے کون سی طاقت ہے جو اس کے بعد اسے راہ پر لے آئے۔

بقیہ: ازدواجی زندگی میں۔ فرائض اور حقوق

میں اختلاف، نظریات میں تفاوت وغیرہ وغیرہ سبھی قسم کی باتیں پیش آسکتی ہیں اس لئے ہر صورت حال کو قبول کرنے کیلئے عورت کو پہلے ہی سے تیار رہنا چاہئے۔ مرد کی طرف سے کبھی سختی پیش آئے یا اس کا نظریہ وخیال اس کے نظریے وخیال سے کسی معاملہ میں مختلف ہو جائے، کبھی غصہ دیکھنے کو ملے، کبھی مالی تنگی پیش آجائے ہر صورت میں عورت نبھانے کی کوشش کرے اسی لئے شریعت میں ازدوجی تعلق کو توڑنے کی سخت مذمت وبرائی بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ یہ حدیث آچکی ہے کہ شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ میاں بیوی میں لڑائی جھگڑا اور پھر جدائی ہو اس سے وہ بہت خوش ہوتا ہے معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں تفریق وجدائی شیطان کو سب سے زیادہ پسند ہے لہٰذا مرد کو بھی اور عورت کو بھی چاہئے کہ کسی بھی صورت میں تفریق کی نوبت نہ آنے دے الا یہ کہ ضرورت شدیدہ لاحق ہو جائے۔ نیز حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ابوداؤد ۱/۳۰۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو بلا وجہ طلاق یا خلع کا مطالبہ کرنا جائز نہیں بلکہ نباہ کرنا چاہئے ہاں اگر ایسی سخت حالت پیش آجائے کہ بغیر طلاق یا خلع کے زندگی مشکل ہو جائے پھر الگ بات ہے۔ باقی چھوٹی موٹی باتوں سے درگزر کرتے ہوئے اور صبر سے کام لیتے ہوئے خوشگوار زندگی گزارنی چاہیے۔ اللہ تعالی ہم سب کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ازدواجی زندگی کو پرسکون وکامیاب بنائے۔ آمین،

اسلام میں عورت کا مقام

الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ

اسلام نے عورت کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اسکا مقام ومرتبہ بیان کیا ہے۔ اسے سربلند کیا ہے، عالی مقام دیا ہے اور اسکی قدر ومنزلت بڑھائی ہے۔عورت کا اسلام میں بڑا بلند مقام ہے۔ اسے ایک قابل احترام شخصیت قرار دیا گیا ہے اسکے حقوق متعین کیے گئے ہیں اور اسکے فرائض وواجبات طے کیے گئے ہیں۔ مردوزن میں یکسانیت: اسلام میں عورت کو مرد کی ہم جنس ہم نسل قرار دیا ہے کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے پیدا کیے گئے ہیں تا کہ دونوں اس دنیا میں ایک دوسرے سے انس ومحبت پائیں اور خیر وصلاح کے ساتھ سعادت وخوشی سے سرفراز ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(عورتیں مردوں کی ہم جنس وہم نسل ہیں)

(مسند احمد۔صحیح الجامع) اسلامی تعلیمات کی رو سے شرعی احکام میں عورت بھی مرد کی طرح ہے، جو مطالبہ مردوں سے ہے وہی عورت سے اور جن افعال کے کرنے یا نہ کرنے پر جو سزا وجزا مرد کو ہے وہی عورت کو بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

(اور جو نیک کام کرے گا، مرد ہو یا عورت، اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہونگے، اور انکی تل برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی)(النساء:144) جبلی وفطرتی فرق: عورت زندگی کے تمام معاملات میں امانتیں سنبھالنے میں بھی مردوں کی طرح ہے سوائے ان معاملات کے جن میں مردوزن میں فرق کرنے کا مطالبہ کوئی بشری ضرورت یا فطرت وجبلت کریں، اور اسلام میں بنی آدم کی عزت وتکریم کے اصول وقواعد کا یہی تقاضا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: (ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انھیں خشکی وتری میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی)(بنی اسرائیل:70)

عورت ایک نعمت!

برادران ایمان! اسلام نے عورت کی فضیلت اسکا مقام و مرتبہ اور رفعت و شان بیان کرتے ہوئے اسے ایک عظیم نعمت اور اللہ کا ایک قیمتی تحفہ قرار دیا ہے اور اس کی عزت وتکریم اور رعایت و نگرانی یا خاص خیال رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: (آسمانوں اور زمین کی تمام بادشاہی صرف اللہ تعالی کے لیے ہے وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے، بچیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا بیٹوں (اولاد نرینہ) سے نوازتا ہے اور کسی کو نرینہ و مادینہ دونوں طرح کی ملی جلی اولاد عطا فرماتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔}(الشوری:50)

مسند امام احمد میں ہے: (جس کے بچی پیدا ہوئی، اس نے اسکو زندہ درگور نہیں کیا، اس کی اہانت وتحقیر نہیں کی اور نہ ہی لڑکے کو اس پر ترجیح دی، اللہ تعالی اسے جنت میں داخل کرے گا)(مسند احمد)

اسلام میں بچی کا مقام:

اسلامی تعلیمات کے زیر سایہ عورت اسلامی معاشرے میں پوری عزت وتکریم سے زندگی گزارتی ہے۔ اور یہ عزت وتکریم اسے اس دنیا میں قدم رکھنے سے لیکر زندگی کے تمام حالات سے گزرتے ہوئے حاصل رہتی ہے۔ اسلام نے عورت کے بچپن کی بڑی رعایت کی ہے اور اس کے حقوق کا تحفظ کیا ہے اور اس پر احسان وحسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

(جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ بلوغت کو پہونچ جائیں، وہ قیامت کے دن یوں میرے ساتھ (جنت میں) ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو جوڑ کر اشارہ کیا (صحیح مسلم) اور صحیح مسلم میں ہی ایک اور حدیث میں ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ انکے معاملہ میں صبر کرے اور اپنی کمائی سے انھیں کپڑا پہنایا (کھلایا پلایا) وہ اس کے لیے جہنم کی راہ میں دیوار بن جائیں گی۔

اسلام میں ماں کا مقام ومرتبہ:

اسلام نے عورت کو ماں ہونے کی صورت میں ایک خاص درجہ کے اکرام واحترام سے نوازا ہے اور اس کا خصوصی خیال رکھنے اور خدمت وحسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد الہی ہے: تیرے رب کا یہ فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ تم لوگ اسکے سوا کسی کی عبادت ہرگز نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ (بنی اسرائیل: 23) بلکہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کو والد سے بھی زیادہ اہمیت دی۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اواس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس کے بعد؟ تو فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ اس نے عرض کیا: اسکے بعد؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ اور اس نے کہا: اسی کے بعد: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ} (متفق علیہ)

اسلام میں بیوی کا درجہ:

اسلام نے عورت کے بیوی ہونے کی حیثیت سے بھی بڑے حقوق بیان کیے ہیں اور شوہر پر انکی آدائیگی کو ضروری قرار دیا ہے جن میں سے ہی اس کے ساتھ اچھے طریق، حسن سلوک، نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا بھی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: خبردار عورتوں سے حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرو۔ وہ (اللہ کی طرف سے) تمھارے زیردست کنیزیں ہیں۔ (متفق علیہ) زیادہ کامل الایمان وہ ہے جو سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ہے اور تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر کی عورتوں کے لیے اچھا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد)

بہن، پھوپھی اور خالہ کے حقوق:

اسلام نے عورت کے بہن، پھوپھی اور خالہ ہونے کی صورت میں بھی انکے حقوق کا بڑا خیال رکھا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر کسی کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہیں اور وہ انکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا رہا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا (ابوداؤد، ترمذی)

عورت چاہے کوئی بھی ہو عورت کے اجنبی ہونے کی شکل میں بھی اسلام نے اسکی مدد وتعاون کرنے اور اس کا خیال رکھنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے: کسی بیوہ ومسکین کی مدد کرنے والا ایسے ہے جیسے کہ کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، یا پھر وہ ایسے ہے جیسے کوئی بلا ناغہ راتوں کو تہجد گزار ہو، یا پھر کوئی مسلسل روزے رکھنے والا ہو۔ (بخاری ومسلم)

معاشرتی حیثیت:

مسلمانو! اسلام میں عورت کی معاشرتی حیثیت اور اسکا مقام ومرتبہ بڑا بلند اور محفوظ ہے۔ اسے تمام حقوق حاصل ہیں اور اسلام نے انکے دفاع وتحفظ کی ذمہ داری لی ہے اور اگر کسی طرف سے لاپرواہی یا حقوق کی پامالی ہو رہی ہو تو اسے اپنے حقوق طلب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صاحب حق کو مطالبہ کرنے کی اجازت ہے حق خود ارادیت: اسلام نے عورت کو اپنی زندگی میں حق اختیار وخود ارادیت عطا کیا ہے وہ اپنی زندگی کے معاملات میں تصرف کا حق رکھتی ہے۔ شرعی قواعد میں سے ہی ایک قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: انھیں (نکاح کرنے سے) مت روکو۔ (البقرہ: 232) ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بیوہ ومطلقہ عورت سے اسکی زبانی اجازت لیے بغیر اسکا نکاح نہ کیا جائے اور کسی کنواری لڑکی سے اجازت کا اشارہ لیے بغیر اسکا نکاح نہ کیا جائے۔} (صحیح مسلم)

عورت قابل اعتماد ومشورہ:

اسلام کی نظر میں عورت ایک قابل اعتماد شخصیت ہے اور اس سے مشورہ بھی کیا جا سکتا ہے، حتی کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تمام انسانوں سے زیادہ علم والے اور سب سے بڑھ کر صائب الرائے تھے، اسکے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے کئی مواقع اور بڑے اہم مسائل ومعاملات میں مشورہ لیتے تھے۔

اقتصادی ومالی اور تجارتی حقوق:

برادران اسلام! اسلام میں عورت کو تجارت یا کوئی بھی تجارت کرنے کی مکمل اقتصادی آزادی حاصل ہے۔ وہ بھی مرد کی طرح ہر جائز طریقہ وشکل سے

کمائی کرسکتی ہے۔ وہ اپنے مال وجائیداد میں اپنی مرضی سے جو چاہے تصرف کرسکتی ہے۔اس پر کہیں بھی اور کوئی بھی جبراً وصی وگارڈین نہیں بن سکتا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: اور یتیموں کو انکے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کے مال انکے حوالے کردو (النساء:4)

اقتصادی تحفظ:

صرف یہی نہیں بلکہ اسلام نے عورت کو اقتصادی تحفظ دینا بھی فرض قرار دیا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ اسکی اسلام سے قبل کسی دوسرے دین میں مثال تک نہیں ملتی۔اسلام نے عورت کے ماں، بیٹی، بہن اور بیوی حتی کہ اجنبی ہونے کی شکل میں بھی اسکے نان و نفقہ کی ذمہ داری اٹھائی ہے تاکہ وہ کام کاج کرنے اور کمانے کی تمام فکروں سے آزاد ہوکر پورے اطمینان قلبی سے اپنے فرائض منصبی اور فطری ذمہ داریاں ادا کرسکے۔مومنو! اسلام میں عورت کے مقام ومرتبہ کی یہ صرف چند جھلکیاں ہیں بلکہ جسے سمندر سے چند قطرے یا مشتے نمونہ ازخروارے کہا جاتا ہے یہ صرف وہی ہے۔

دشمنان اسلام کی چالیں:

مسلمانو! دشمنان اسلام کی نیندیں ان عالی قدر اسلامی تعلیمات نے اچاٹ کر رکھی ہیں اور وہ راتوں کو اپنے بستروں پر پڑے بھی بے چین رہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اور انہی کے ہم نوالہ وہم مشرب لوگوں نے عورت کے معاملات وحقوق کے معاملہ میں اپنے تصورات وزعم کے مطابق دخل اندازی کرنا شروع کر رکھا ہے جس کے شور میں فضیلت وکرامت اور عزت وشرف کا دم گھٹ رہا ہے اور اخلاقیات کا دیوالیہ نکل گیا ہے۔

وہ ایسے ایسے نعرے لیکر سامنے آگے ہیں جو عورت کو اس کے دین سے آزادی دلانے اور اسلام سے خارج کرنے کا باعث ہیں۔ ایسے اصول و مبادیات گھڑلائے ہیں جو اسکی فطرت سے متصادم اور ایمانی قدروں کے سراسر منافی ہیں۔ایسے سبز باغات اور نعرے جو گندی وبدبودار تہذیبوں، فاسد وبگڑے ہوئے پیمانوں اور مہلک وتباہ کن اصولوں سے جنم لیتے ہیں وہ شر وفساد اور بگاڑ لانے والی چیزوں کو انتہائی پرفریب اور چمک دمک والے ناموں سے بناسنوار کر پیش کررہے ہیں۔

مسلم نوجوان نسل: اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض مسلمان نسل کے جوان جن کی فکر میں کجی اور نظر میں خلل ہے وہ بھی وہی نعرے لگا رہے ہیں اور انہی گمراہ کن ضلالات کو اپنائے ہوئے اور انحراف پذیر نظریات کو اختیار کیے ہوئے انھیں ہی دوسرے مسلمانوں میں رواج دینے کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انکے قلم اپنی اصل ونسل اور اسلامی وراثت کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔

عورت کی عزت پردے میں:

برادران اسلام! اعدائے دین اور دشمنان اسلام کو یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ یہ دین اسلام عورت کو عظیم مقام و مرتبہ اور مکمل تحفظ دیے ہوئے ہے۔اور انھیں اس بات کا علم ہوچکا ہے کہ اصل الاصول یہی ہے کہ عورت اپنی مملکت اور گھر کے اندر رہے اور پورے سکون و اطمینان سے رہے اور صاحب استقرار اور خاندانی فضا والے گھروں میں ٹک کر رہے۔عورت کے حقوق خاندان کی نگرانی میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے پر منحصر ہیں اور عورت کا گھروں سے بلاضرورت و عذر باہر نکلنا باعث مؤاخذہ ہے گھروں میں ہی اس کی عزت و حشمت ہے اسی میں اسکے ایمان وعصمت کا تحفظ ہے اور اسی میں اس کی کرامت وعفت کا راز ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور عہد جاھلیت کا سا اظہار زینت نہ کرو (الاحزاب

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں}

کفار ومعاندین اسلام کی کوششیں:

اسلام کی ان تعلیمات نے کفار ومعاندین اسلام کا ناک میں دم کر رکھا ہے وہ ہر وسیلے اور طریقے سے کوشاں ہیں تاکہ عورت کو اسکے گھر کے پرامن سائے اور پراستقرار ٹھکانے سے باہر نکال دیں تاکہ وہ چادر اور چاردیواری سے نکل کر مطلق العنان اور بے مہار ہوجائے۔وہ عورت کو اسلامی تعلیمات سے باغی کرنے اور اخلاقی اقدار سے آزاد کروانے کے لیے ہلکاں ہوئے جا رہے ہیں کبھی آزادیء نسواں کے نعرے سے، کبھی آزادی ومساوات کے نام سے کبھی جھوٹی ترقی وعروج کے حوالے سے۔ ایسی اصطلاحات کہ جن کا ظاہر تو عورت کے ساتھ رحم وکرم اور بھلائی وبہتری والا لگتا ہے لیکن دراصل وہ سراسر شر ہیں۔ان کی بنیاد ہی اخلاقی اقدار کو تلپٹ کرنے، مفاہیم ومعانی کو الٹا کر رکھ دینے اور تمام روابط و اقدار، خاندانی ذمہ داریوں اور معاشرتی حقوق سے عورت کو آزاد کروا دینے پر رکھی گئی ہے اور نتیجہ یہ کہ عورت لذت وشہوت رانی کے بازاروں میں بکنے والا مال بن کر رہ جاتی ہے۔ان لوگوں کی

نظر میں عورت اپنے گھر کے معاملات اور اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں آزاد ہے اور کمانے ، بھاگ دوڑ کرنے اور دوسروں کی نگاھوں کی اپنی طرف کھینچنے جیسے تمام امور خود اسے ہی سرانجام دینے ہیں اور اسے اسکی آزادی قرار دے رکھا ہے اگر چہ اس میں اسے اپنی عفت وعصمت ، اخلاق وکردار سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑیں اور خاندان کو اخلاقی اقدار کی بربادی ہی کیوں نہ سہنی پڑے۔ اور پھر اس شکل میں نہ تو وہ اپنے رب کی اطاعت کرتی ہے نہ اپنے شوہر کے حقوق ادا کرنے کی پابند ، نہ اس کا ایک پاک معاشرہ قائیم کرنے میں کوئی رول ھوتا ہے، اور نہ ہی نسل نو کی تربیت کرتی ہے۔

برادران اسلام!

یہ ان کفار اور معاندین اسلام کے نظریات آزادی ہیں جو انسان کو ضائع کر کے رکھ دیتے ہیں ، اسکی شرافت وکرامت کو مٹا دیتے ہیں انسان کا اسکے اصل اغراض ومقاصد سے ہٹا دیتے ہیں اور اخلاقی اقدار کا فقدان ان کا لازمی نتیجہ ہے ۔ جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت معاشرے کا ایک اہم عنصر ہے اور اصل یہ ہے کہ عورت ہی نسل نو کی مربی ہوتی ہے ۔ وہی ہیروز کو جنم دیتی ہے ۔ اور اس کے باوجود اسلام میں عمل خیر کا بڑا مقام ومرتبہ ہے۔ اسلام کی تعلیمات عورت کو ایسے انداز سے میدان عمل میں اترنے سے ہرگزنہیں روکتیں کہ جن سے اسکا نفس ، اخلاق عزت وکرامت ، شرم وحیاء ، عفت وعصمت میں کوئی خرابی نہ آنے پائے اور جن میں وہ اپنے دین وبدن ، عزت وآبرو اور دل کا تحفظ کرنے پر قادر ہو اور یہ صرف ایسے ہی کاموں میں ممکن ہے جو اسکی طبیعت وفطرت ، اسکے طبعی میلانات ورجانات اور صلاحیتوں سے مناسبت رکھتے ہوں ۔ اسی اصول کے پیش نظر اسلام عورت کو ہر اس کام سے پوری قوت سے روکتا ہے جو دین کے منافی ھو ، اخلاق سلیمہ واقدار عالیہ کے برعکس ہو ۔ عورت کے کام کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ عزت و باوقار ، بظاہر فتنہ سے دور ، مردوں کے ساتھ میل جول سے پاک ، بے پردگی سے محفوظ اور گناہ وفجور کی دعوت دینے والا نہ ہو۔ اور اگر ہم اس حقیقت واقع کو جاننا چاہیں جو کہ ھمارے اس منہج اسلامی کے مخالف ہے تو پھر ایک مغربی مصنف کی یہ تحریر پڑھ کر دیکھیں۔

آزادیٔ نسواں ، بعض اہل مغرب کی نظر میں :

وہ نظام جس میں عورت کے میدان عمل میں اترنے اور کارخانوں میں کام کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ، اس سے ملک کو چاہے کتنی بھی دولت وثروت مہیا ہو مگر یہ بات یقینی ہے کہ اس سے گھریلو زندگی کی عمارت زمین بوس ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ اس نظام نے گھر کے ڈھانچے پر حملہ کر کے خاندان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور معاشرتی تعلقات و روابط کے سلسلے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے ۔ ایک دوسری مغربی مصنفہ جو کہ ڈاکٹر بھی ہے ، وہ اپنے مغربی معاشرے کے اندر رونما ہونے والے بحرانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہے : خاندانی زندگی میں رونما ہونے والے بحرانوں کا سبب اور معاشرے میں جرائیم کے بکثرت ہو جانے کا راز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ عورت نے گھر کی چاردیواری کو الوداع کہا تا کہ خاندان کی آمدنی دوگنا ہو ، اور واقعی آمدنی تو بہت بڑھ گئی مگر اس سے معیار اخلاق بہت گھٹ گیا اور آگے چل کر لکھتی ہے : تجربات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ آج نسل نو جس بحران میں مبتلا ہے ، اسے اس سے بچانے اور نکالنے کا صرف ایک راستہ وطریقہ ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ عورت کو دوبارہ اسکے اصل مقام (گھر) میں واپس لایا جائے۔ اسلام نے معاشرے کی تعمیر وترقی اور تحفظ پر جو توجہ دی ہے اسکی مختلف صورتوں میں سے ہی ایک یہ ہے کہ اس نے زندگی کے تمام شعبوں میں مرد اور عورت کے مابین اختلاط ومیل و جول کو ممنوع قرار دے رکھا ہے ، کیونکہ یہ ایک خطرناک وباء ہے جو جس معاشرے میں پھیل جائے اس میں ہر بلاء اور شر وفساد جنم لیتے ہیں۔ کوئی بھی جرم جس میں کسی کی عزت لوٹی گئی ہو ، عفت و عصمت پر ڈاکہ ڈالا گیا ہو یا عزت وشرف کو داغدار کیا گیا ہو اس جرم کا تانا بانا انہی تاروں سے بنا جاتا ہے ، جو اسلامی نظام عفت وعصمت سے باہر نکل جاتی ہے اور جہاں مرد وزن کے تعلقات کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اس چور دروازے سے شیطان داخل ہو جاتا ہے ، اور ایسے لوگوں کو فساد و بگاڑ یا جرائیم پیشہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ایک عینی شاہد کی نصیحت :

آیئے ! عورتوں میں سے اس عورت کی بات سنیں جو مخلوط معاشرے میں زندگی گزار چکی ہے۔ وہ ”مرد وزن کے اختلاط ومیل وجول کو روکو“ کے زیر عنوان اپنے مقالے میں اپنی ہی ہم جنس لڑکیوں کے تجربات کو بیان کرتے ہوئے لکھتی ہے : عرب معاشرہ ہی کامل وسالم ہے اور اس معاشرے کو ہی لائق ہے کہ وہ اپنی ان تعلیمات اور تقالید اور روایات پر کاربند رہے۔

معاشرے کو اعلیٰ اخلاق واقدار کی تلاش

مولانا اسرار الحق قاسمی

عہد حاضر میں کوئی اور بات اس سے زیادہ فوری اہمیت کی حامل نہیں ہوسکتی کہ بنی نوع انسان کو مکمل تباہی اور بربادی کے اس خطرہ سے آگاہ کیا جائے جو اسے موجودہ نظام عالم سے درپیش ہے، نوع انسانی آج جس لرزہ دہشت میں جی رہی ہے اس کی ذمہ داری بلاشبہ مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب کا بنیادی روگ مادہ پرستی ہے، جس نے اس کو زندگی کے اقدار سے دور کردیا ہے۔ مغربی نفسیات اور مغربی زندگی سے اس کی قدم قدم پر تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ تہذیب اپنی جلو میں مادی ترقیات، سائنسی ایجادات واکتشافات کا ایک بحر بے کراں رکھتی ہے، اس لیے دنیا کا کوئی بھی خطہ اس تہذیب وفکر سے آزاد نہ رہ سکا۔ اس طرح اس مادی تہذیب کی بداخلاقیاں، فحاشیاں، سرمستیاں اور انسانیت سوز تباہیاں مسلسل پھیلتی رہیں، اس نے اعلیٰ اقدار حیات کی تباہ کاری کے لیے ایک بڑے فتنہ کی شکل میں پوری شدومد کے ساتھ سر اٹھایا اور دیکھتے دیکھتے پوری دنیائے انسانیت کو اپنے شکنجہ میں جکڑ لیا۔ مغربی مصنّفین، اہل قلم اور اہل دماغ نے اپنی نگارشات اور شاعری کے ذریعہ انسانی معاشرہ کے اخلاقی اور اجتماعی نظاموں کے خلاف ایک بغاوت برپا کردی۔ انھوں نے معصیت کو خوشنما اور دلفریب بنا کر پیش کیا، طبیعتوں کو ہر قیدوبندش، فرد کو ہر ذمہ داری اور جوابدہی سے آزاد ہونے، آزادی مطلق اور بے قیدی کی کھلی تبلیغ، زندگی سے پورے پورے تمتع، مطالبات نفس کی پوری تکمیل اور لذت پرستی کی اعلانیہ دعوت دے کر اعلیٰ اقدار حیات کی نہ صرف دھجیاں اڑائیں، بلکہ نقد لذت اور ظاہر ومحسوس مادی نفع کے سوا ہر چیز کا انکار کیا اور تحقیر کی۔ مغربی تہذیب کی بنیاد تصور آزادی پر قائم ہے، لیکن انسانی آزادی کے تئیں اس کا نقطہ نظر ایک طرفہ ہے جس کی بھاری قیمت آج انسانیت کو چکانی پڑ رہی ہے۔ درحقیقت نہ تو آزادی کا مغربی تصور مکمل ہے اور نہ ہی وہ انسانی خوشحالی کا ضامن ہے۔ مغرب اپنی تاریک فضاء اور فکر میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ مطلق انسانی آزادی کے تصور کی وجہ سے جو بحران پیدا ہو رہا ہے اسے وہ نہیں دیکھ سکتا۔ مغرب میں نشاۃ جدیدہ کے بعد مادی قوت اور ظاہری علم میں تیز رفتار ترقی ہوئی لیکن اخلاق واقدار میں اتنی ہی سرعت کے ساتھ زوال و انحطاط واقع ہوتا گیا۔ کچھ مدت کے بعد مادی قوت اور اخلاق کے درمیان زبردست فاصلہ پیدا ہوگیا اور اس کے نتیجہ میں ایک ایسی نسل پیدا ہوگئی جو زبردست افراط وتفریط کی شکار ہے۔ یہ نسل اسراف، مبالغہ آرائی اور انتہاپسندی کی علامت بن گئی ہے۔ کمانے میں اسراف، لہو ولعب اور تفریح طبع میں اسراف، خرچ کرنے میں اسراف، جمہوریت میں غلو، آمریت ہو تو اس میں مبالغہ، اپنے خود ساختہ قوانین اور مقرر کردہ اصول اور قدریں ہوں تو اس کی ضرورت سے زیادہ تقدیس، یہاں تک کہ بال برابر اس سے ہٹنا روا نہیں ہوتا اور اس سے انحراف کرنے والا ایسا مجرم سمجھا جاتا ہے جس کے بعد وہ کسی عزت وشرافت کا مستحق اور احترام کے قابل نہیں رہتا۔ اس نسل کے اخلاق میں توازن نہیں، افراد کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں وہ بڑی ایمانداری سے کام لیتی ہے، لیکن جب اپنی قوم کی مصلحت کا تقاضہ ہوتا ہے تو افراد اور قوموں کو نگل جاتی ہے۔ انفرادی زندگی میں ان کا حال یہ ہے کہ اگر 9 بج کر ۱۲/منٹ پر آنے کا وعدہ کریں تو ٹھیک اسی وقت پہنچیں، لیکن قومی معاملات میں دوسری قوموں کو دھوکہ دینے میں انھیں ذرا تأمل نہیں ہوتا۔ تہذیبوں کا اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے، تاریخ کے آغاز سے ہی یہ عروج

وزوال تہذیبوں کی تقدیر کا جزولازم رہا ہے،موجودہ مغربی تہذیب کا دور چارسو برسوں سے زیادہ عرصہ پر محیط ہے۔ اس دور میں سائنس، سیاست اور سماجی حالات میں کافی ترقی اور پیش رفت ہوئی ہے۔لیکن آج مغرب سخت بحران سے دوچار ہے،اپنے افکار وخیالات اور زندگی کے تمام شعبوں میں اس پر بحرانی کیفیت طاری ہے، وہ لوگ جو مغرب کی تہذیبی تاریخ،ان کے فلسفہ،سائنس اور نئے خیالات کے اظہار سے واقف ہیں وہ کم وبیش ان کے بحرانی نشانات کو دیکھ سکتے ہیں۔ دھیرے دھیرے مغربی تمدن،ازکاررفتہ اور کمزور ہورہا ہے۔انسانی معاشرہ آج اپنے مستقبل کے لیے ایک نئی بصیرت کا متلاشی ہے اور ایک ایسے تمدن کا منتظر ہے جو نہ صرف اس کی مادی بلکہ روحانی ضرورت کو بھی پوری کرسکے۔

اس لیے دورِحاضر اس کا متقاضی ہے کہ عالمی امن کی بقا، قیامِ امن وسلامتی، عدل ومساوات، مذہب وعقیدہ کی آزادی، رواداری، باہمی امداد وتعاون، انسانی جذبات واحساسات کا احترام،انسانی ضمیر کی تربیت اور آزادی فکر وخیال کے حوالہ سے اسلام کے اقدارِ حیات کو اجاگر کیا جائے۔ خاص طور سے ہماری دینی قیادت جو امت کا فکری ودینی مقتدا ہے وہ اپنی دانشورانہ کاوش اور علمی تحقیقات میں انسانی فطرت، انسانی تعلقات اور انسانی ماحول کے تعلق سے اسلامی اہداف واقدار، اصولوں اور جہتوں کے متعلق منظم اور مربوط اور سائنٹفک طریقۂ فکر پیش کرے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسا معاشرتی ومذہبی تصور سامنے لائے جو زیادہ سے زیادہ کشادگی اور گنجائش رکھتا ہو اور انتہائی متنوع کثرت کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور حکمت وتدبر کے ساتھ انسانی معاشرہ کو اس حقیقت سے بھی روشناس کرایا جائے کہ اعلیٰ انسانی اخلاق واقدار کی حامل انسانی تہذیب ہی ایک ایسا گہوارہ امن وانصاف ہے جس میں تمام افراد، قوموں اور گروہوں کو اپنے اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کرنے کی پوری آزادی ہے اور مفاہمت واحترام کی بنیاد پر باہم تعاون کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہی وہ درست اور عملی راستہ ہے جو امن وسلامتی، تعاون وشرکت عمل پر مشتمل، قابل عمل عالمی نظام کی منزل تک پہنچا سکتا ہے اور مقاصد، اقدار، فلاح وصلاح اور مفاہمت کے وسیع مشترک انسانی دائرہ بھی تشکیل دے سکتا ہے۔ اس حد تک وسیع کہ انسانی گروہوں کے درمیان پڑوسیوں کی سطح سے لے کر پوری انسانیت پر مشتمل امت واحدہ کی سطح تک قابل عمل اصول زندگی کی بالادستی قائم ہوسکے۔تاریخ کے ایسے عہد میں جب کہ انسانیت موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ......کو وحی اور رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اس جاں بلب انسانیت کو نئی زندگی بخشیں اور لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔آپ......کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کو جنت کی بشارت دیں، عذاب آخرت سے ڈرائیں، نیکی کی ترغیب دیں، بدی سے روکیں، پاک چیزوں کو حلال، گندی وناپاک چیزوں کو حرام قرار دیں اور ان بندشوں کو اور بیڑیوں کو توڑ کر جنھیں انسانوں نے اپنی نادانی سے یا مذاہب اور حکومتوں نے اپنی طاقت بے جا سے ان کی پاؤں میں ڈال رکھی تھیں، انہیں مادی زندگی کی تنگنائیوں سے نکال کر دنیا وآخرت کی وسعتوں میں پہنچا دیں۔ اسی لیے آپ کے مخاطب ایک قوم یا ایک ملک کے باشندے نہیں تھے۔آپ ...... کا خطاب تمام انسانوں اور پورے انسانی ضمیر سے تھا۔آپ ...... نے سب سے پہلے لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی، لوگوں میں کھڑے ہوکر بآواز بلند فرمایا: ”یا ایہا الناس قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا“ آپ......کی اس دعوت کی تاریخ انسانی اور معاشرہ انسانی پر گہرا ووسیع اثر مرتب ہوا، جب بھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا اور لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا، اس کی زندگی میں عظیم الشان انقلاب رونما ہوتا اور وہ شخص پہلا جیسا آدمی باقی نہ رہتا۔ یہ ایمان ایک کامیاب اخلاقی ونفسیاتی تربیت تھی جس نے انسانی خاندان کے ہر فرد کو اس کا صحیح مقام عطا کیا۔ اس طرح انسانی معاشرہ بے خار گلدستہ بن گیا۔توحید انسانی زندگی کے خالق مطلق اور اس کی مخلوق کے درمیان براہ راست تعلق کی حیثیت سے ادراک کا نام ہے، جس کے تحت انسان کی زندگی درحقیقت افضلیت اور اہلیت کے امتحان کی ایک مہلت قرار پاتی ہے۔ یہ تصور ایک سوسائٹی کے اندر فیصلہ عمل اور آخری جوابدہی کو براہ راست فرد انسانی سے وابستہ قرار دیتا ہے۔اس تصور کے تحت انسانوں کے درمیان کسی قسم کی مصنوعی تقسیم اور انسانی تعلقات کی نوعیت یا کسی فرد کے شرف واستحقاق کے تعین کے لیے رنگ، زبان، دولت کے خود ساختہ امتیازات کو معیار بنانے کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔توحید کا تصور معاشرہ کو اجتماعی حیثیت میں اور ہر فرد کو انفرادی حیثیت میں اپنی منزل کے تعین کی آزادی اور حق خوداختیاری عطا کرتا ہے۔مزید برآں توحید کا تصور ہی غیر مسلموں کے تعلق سے مسلمانوں کے تحمل اور رواداری ۔۔۔بقیہ صفحہ (40) نمبر

سود

اللہ اور رسولؐ کے ساتھ جنگ ہے

قرآن شریف میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ سود لینا اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ کھلی جنگ ہے اس لیے اس کی حرمت پر دو رائے کبھی بھی نہیں ہوسکتی چاہے وقت کے حکمران اس پر کتنی بھی دلیلیں لے کر آئیں ۔ صاحبو! سود پر قرض لے کر کاروبار کرنے سے معیشت کا پہیّہ (وہیل) نسبتاً آہستہ چلتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ میں مہنگائی بھی بڑھتی ہے اور اِس کے مقابلے میں اگر اسلامی طریقے سے مل جل کر شراکت کی بنیاد پر سرمایا کاری سے کاروبار کیا جائے تو معیشت تیزی سے ترقی کرتی ہے جب کاروبار آہستہ چلتا ہے تو مہنگائی بڑھتی ہے جس سے لامحالہ اثر عوام پر پڑتا ہے اور جب اثر عوام پر پڑتا ہے تو عوام کے ووٹوں سے حکومتیں بنانے والے سیاست دانوں کو فکر لگ جاتی ہے کہ وہ کیا کریں جس سے عوام پر بوجھ کم کیا جاسکے اور اُن کی حکومتیں چلتی رہیں اس ہی قسم کی پریشانی میں مبتلا ہمارے صدر صاحب نے ایک غیر اسلامی مطالبہ کر کے علماء سے درخواست کی ہے کہ وہ سود کے معاملے میں کوئی نہ کوئی گنجائش نکالیں ۔ اللہ کی حدود توڑنے کا تو اللہ کے پیغبروںؑ کو بھی حق نہیں تو علماء کیا کر سکتے ہیں؟ حکمرانوں کو اس طرح کی غیر اسلامی باتیں کرنے کے بجائے سیدھے طریقے سے ملک پاکستان میں آئین پاکستان کے مطابق میں اسلامی نظامِ حکومت قائم کرنا چاہیے اگر اس میں کوئی ٹیکنیکل دشواری ہو تو علماء سے رجوع کیا جاسکتا ہے نہ کہ اس سے روگردانی کے لیے ایسی غیر اسلامی درخواتیں کی جائیں ویسے بھی سوشل میڈیا پر صدر صاحب کی اس بات پر زبردست مخالفت کی جارہی ہے۔ اسی تجزیہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو دنیا کے اندر شراکت کی بنیاد پر کئی غیر سودی بنک بھی قائم ہوگئے ہیں اور ان کی کارکردگی سودی لین دین کرنے والوں بنکوں سے بہتر ہے۔ اگر ہم ایک عام آدمی کی حیثیت زیر بعث معاملہ پر ذرا سا بھی غور کریں تو یہ امر روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی بھی کاروبار شروع کرنے کے لیے بنک سے سود پر قرض لیتا ہے اور اگر شرع سود ۱۸/ فی صد ہو تو جب وہ کوئی مال تیار کرتا اور اُس مال کی قیمت فروخت کا تعین کرتا ہے اور بازار میں فروخت کرنے لیے پیش کرتا ہے ہے تو سب سے پہلے تو وہ ۱۸/ فی صد سود والی رقم اور اُس مال کو تیار کرنے والے اخراجات میں جمع کرے گا تو اس طرح ۱۸/ فی صد مال پہلے ہی مہنگا ہوجائے گا۔ دوسری طرف جو کاروبار شراکت کی بنیاد پر شروع ہوگا جس میں سرمایا بنک سے سود پر حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ شراکت کی بنیاد پر سرمایا حاصل کیا جاتا ہے اور بنک کو سود کی مد میں ۱۸/ فی صد ادا کرنا نہیں پڑتا اُس مال کی قیمت فروخت کا جب تعین کیا جاتا ہے تو وہ مال ۱۸/ فی صد کم قیمت پر عوام کو فروخت کیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر شراکت کی بنیاد پر کاروبار شروع کیا جائے تو سودی کاروبار کرنے کی بہ نسبت قیمتیں کم ہونے سے معیشت کا پہیّہ تیزی سے جلتا ہے اور معاشرہ خوشحال ہوجاتا ہے۔ اس سے ایک طرف تو لوگوں کو سرمایا کاروبار میں لگانے کی ترکیب ملتی ہے اور سرمایا ایک جگہ روکنے کے بجائے

گردش میں ہوتا ہے تو معیشت کی اصطلاح میں ملٹی پلائیر اپنا کام شروع کر دیتا ہے تو عوام میں خوشحالی آتی ہے۔ لوگوں کے اندر اعتماد پیدا ہوتا ہے معاشرے میں بھائی چارے کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر سودی لین دین کے تحت کاروبار کیا جائے تو سب سے پہلے مال کی قیمت فروخت بڑھ جاتی ہے جس سے عوام پر بوجھ پڑتا ہے اور خوشحالی رُک جاتی ہے۔ سودی معاشرے میں عوام میں ایک دوسرے سے اعتماد کی بجائے آپس میں نفرت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ کیونکہ سود پر پیسہ دینے والے کو عوام کی خوشحال کی فکر میں ہوتی اُس اپنا پیسہ وصول کرنے کی فکر ہوتی ہے چاہئے عوام بد حال ہی کیوں نہ ہورہے ہوں۔ پھر خسارے کی شکل میں کاروبار کرنے والے کو پہلا سود ادا کرنے کے لیے نیا قرضہ لینا پڑتا ہے معاملہ بلاآخر تباہی پر ہی ختم ہوتا ہے۔ پاکستان کی معیشت بھی سود در سود کے نظام پر چل رہی ہے پہلا سود ادا کرنے کے لیے نیا قرضہ لینا پڑھ رہا ہے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک قرضہ دینے سے پہلے کہتا کہ میرا قرضہ ادا کیسے کرو گے؟ پھر خود ہی حکومت کو حکم دیتا ہے کہ فلاں فلاں قسم کا عوام پر ٹیکس لگاؤ، فلاں فلاں اشیاء کی قیمتیں بڑھاؤ اور فلاں فلاں ادارے نج کاری کرو۔ اسی ہدایت پر وزیر خزانہ نے ۴۰/ ارب کے نئے ٹیکس لگائے ہیں جس سے عوام مزید بدحال ہو جائیں گے۔ ایم آئی ایف کو عوام کی خوش حالی، ایک دوسرے میں اعتماد و ہمدردی سے کیا لینا دینا اُسے تو اپنا قرضہ وصول کرنے کی فکر ہوتا ہے۔ کاش کہ اسلامی ملکوں کی حکومتوں کو اس کی فکر ہوتی اور وہ اس کا انتظام بھی کرتے تو آج ہماری عوام یورپ، امریکہ اور دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کی عوام کی طرح خوش حال ہوتی۔ ہمارے ملک کی عدلیہ کہہ رہی ہے کہ ہم سپریم کورٹ کے باہر مدرسہ کھول کر واعظ نہیں کر سکتے کہ سود حرام ہے۔ جو سود نہیں لینا چاہتا وہ نہ لے، اور جو سود لیتا ہے اس سے اللہ پوچھے گا۔ کیا اس مفروضے کہ پر اگر کوئی چوری کرنے والے چوری نہ کرے اور جو چوری کرے اُس اللہ سزا دے گا تو ہمارے اداروں اور قانون کی کیا ضرورت ہے سب کچھ اللہ پر ہی چھوڑ دیا جائے۔ خوامخواہ کے لیے ان پر اتنی کثیر رقم کیوں خرچ کی جائے۔ اللہ نے تو کہا ہے کہ سود لینے کو اللہ اور کے رسولؐ کے خلاف جنگ ہے۔ ہمارے ملک کے ادارے پارلیمنٹ سے پاس شدہ کافروں کے قانون کے مطابق قانون کی تعلیم دے رہے ہیں اسی قانون کے مطابق ہمارے جج صاحبان بھی فیصلہ دینے کے پابند ہوتے ہیں اس میں ان کا قصور نہیں ہے ہمیں اپنے قانون کو اسلام کے مطابق بنانا ہو گا اگر اسلامی ملک پاکستان میں جج حضرات کو اسلامی شہریت کے مطابق تعلیم دے جاتی تو جج صاحب بھی اسی قانون کے مطابق فیصلے کرتے۔ جہاں اللہ کی سزا کا تعلق ہے تو اس کی سزا بڑی سخت ہوتی ہے اللہ ہی اُس سے ہمارے ملک کو محفوظ رکھے اور اللہ ہمارے حکمرانوں کو اس امر کی توفیق دے کہ اللہ کی سزا سے بچنے کی کوشش کریں شرعی کورٹ کے فیصلے کے پر عمل کرتے ہوئے ملکِ پاکستان سے سودی نظام کو بتدریج ختم کرنے کی کوششیں کرے اور اللہ سے جنگ نہ کریں کیونکہ سود لینا اللہ رسولؐ کے ساتھ جنگ ہے

بقیہ: معاشرہ کو اعلیٰ اخلاق واقدار کی تلاش

کی بنیاد بھی ہے۔ پہلی صدی ہجری میں اسلامی تہذیب منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی، جس نے قیام مذاہب و اخلاق کی تاریخ میں ایک نئے روشن اور انقلابی باب کا آغاز کیا، اس نے نہ صرف تہذیب کے دھارے کا رخ موڑ دیا بلکہ دنیا کے سفر کی سمت بھی بدل دی۔ اس تہذیب کی اقدار حیات آفاقی ہیں جو انسان کے سماجی، سیاسی، اقتصادی اور روحانی سروکاروں میں توازن و تناسب کو برقرار رکھتی ہیں۔ یہاں ایک ایسا نظام عدل اور جمہوری سسٹم ہے جو پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ پیغمبر اسلام رحمۃ للعالمین ہیں۔ اس لیے ان کی مثالی زندگی اور ان کے انقلابی نظریات بھی پوری انسانیت کے لیے مینارۂ نور ہیں۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد ایک روحانی رشتہ پر قائم ہے، جس کے احساس سے سماج کا ہر فرد سرشار ہوتا ہے اور یہ چیز اسے ایک پلیٹ فارم پر متحد کر دیتی ہے۔ اسلامی تہذیب میں انانیت یا اکثریت کے مظالم اور اقلیت کا اخراج، ان سب کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہاں انسان صرف انسان ہونے کی وجہ سے معزز و محترم ہے۔ یہاں صرف مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ تمام انسانوں کے ساتھ عدل اور برابری کا سلوک ہوتا ہے، کیونکہ یہاں یہ احساس عام ہے کہ اگر ایک انسانی گروہ ہمارا دینی بھائی ہے تو دوسرا انسانی گروہ بھی خلقت میں ہم جیسا ہی ہے۔ اسلامی تہذیب، قوموں کے تعلقات میں طاقت کے استعمال، منافقت اور دوہرے رویہ کی تردید کرتی ہے اور اس کے بدلے بین الاقوامی تعلقات میں باہمی عزت واحترام کے اصول و منطق کو اختیار کرتی ہے۔

نماز اور صحت

ایک سائنسی رپورٹ

اس سے نمازی کو بردباری اور سمجھ ملتی ہے، جب کہ سجدہ نہ کرنے والوں کے دماغ اس تروتازگی اور تراوٹ سے خالی اور محروم رہتے ہیں۔

طبی تحقیقات و مطالعات نے ثابت کر دیا ہے کہ سونے کی جتنی بھی شکلیں ہیں ان میں سے سب سے بہتر دائیں کروٹ سونا ہے۔

ڈاکٹر نبیلہ ظہیر بھٹی

نماز اور خواتین

جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ نماز جیسی بدنی حرکات اور ورزش حاملہ خواتین کو بہت زیادہ فائدہ دیتی ہیں، جب کہ ایامِ ماہواری میں سے گزرنے والی خواتین کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ نماز گزار جب رکوع و سجود سے کھڑی ہوتی ہے تو رحم کی جانب خون کے بہاؤ میں اضافہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ حاملہ خاتون کے رحم کو وافر خون کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ جنین کو خوب غذا مل سکے اور جنین کے خون کی آلودگیوں سے صفائی ہو سکے۔ حائضہ اگر نماز ادا کرے تو اس کے رحم کی طرف زیادہ خون جاتا ہے اور یہ ایک بے فائدہ کام ہوگا۔ اگر بالفرض حائضہ نماز پڑھے تو یہ نماز ادا کرنا اس کے بدن کے دفاعی نظام کے خراب ہونے کا سبب بنتا ہے، کیونکہ خون کے سفید ذرات ضائع ہو جاتے ہیں، جو بدن کی حفاظت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

طبی نقطۂ نظر سے حائضہ خواتین کو ورزش اور پرمشقت کام کرنا مناسب نہیں۔ دینی لحاظ سے ان پر نماز ادا کرنا حرام ہے کیونکہ جسم کی حرکت سے بالخصوص رکوع و سجود میں خون رحم کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور یوں وہ بے مقصد ضائع ہو جاتا ہے اور جسم سے معدنی نمکیات ضائع ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر خواتین کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ ایام کی حالت میں آرام کریں اور بہتر غذا استعمال کریں تاکہ ان کے جسم سے خون ضائع نہ ہو اور خون کی کمی سے قیمتی نمکیات رائیگاں نہ ہو جائیں۔ دینِ اسلام نے اسی حکمت کے تحت حائضہ خواتین کو روزہ رکھنے سے منع کر دیا ہے۔ ان ایام کے آغاز سے پہلے خواتین کو تھکاوٹ، پشت اور ٹانگوں میں درد، قبض کی شکایت، اسہال، سردرد اور پیشاب میں اضافہ وغیرہ کی تکالیف ہوتی ہیں۔ اس بات کا بھی احتمال ہوتا ہے کہ خاتون کو ماہانہ معذوری سے پہلے غصہ، جھنجھلاہٹ، مایوسی، بے چینی اور طرزِ عمل میں فرق کا سامنا کرنا پڑے، حتیٰ کہ اس مدت میں میاں بیوی کے مابین لڑائی جھگڑے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ نماز کے فوائد ناقابلِ شمار ہیں، اگر نفسیاتی اضطرابات میں مبتلا لوگ نماز ادا کریں تو وہ ان (تمام اضطرابات) سے نجات پا سکتے ہیں۔

نماز سے پھیپھڑوں کے امراض سے تحفظ

سجدے کی حالت میں پھیپھڑے کے پہلے حصے کی طرف خون کی ایک بہت بڑی مقدار پہنچتی ہے۔ یاد رہے کہ اسے خون کی کمی کا سامنا ہوتا ہے۔ سجدوں کی برکت سے اس کا تدارک ہو جاتا ہے۔ ذرا اس طرف دھیان دیجیے کہ نماز کی ادائیگی ان اوقات میں فرض کی گئی ہے جن میں انسان کام کاج میں مشغول ہوتا ہے نہ کہ لیٹنے اور نیند کے اوقات میں۔

معلوم ہوا کہ سجدے کرنا پھیپھڑوں کی صحت کے لیے انتہائی مفید ہے۔ سجدوں اور رکوع کی حالت میں خون پھیپھڑوں کی تمام اطراف میں پہنچتا ہے اور نقصان دہ کاربن ڈائی اوکسائیڈ کے بجائے آکسیجن لے کر پھیپھڑوں میں سے گزرتا ہے۔ بلاشبہ نماز جسم کو چستی، چوکسی اور تازگی فراہم کرتی ہے۔ سجدے سے پھیپھڑوں کے خون کی صفائی میں مدد ملتی ہے۔ پھیپھڑوں کی طرف رواں خون کی بہتات کے راستے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ میڈیکل سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ پھیپھڑوں میں کینسر کو اس وقت رونما ہونے کا موقع ملتا ہے جب اس کے خلیات کو آکسیجن نہیں مل پاتی۔ علاوہ ازیں پھیپھڑے کے خلیے میں آکسیجن کی کمی دیگر امراض کے ظہور کا سبب بنتی ہے، کیونکہ پھیپھڑوں کی طرف پہنچنے والے خون میں کمی کی بنا پر قوتِ مدافعت کمزور پڑ جاتی ہے۔ یہیں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحت کو برقرار رکھنے کے لیے قیلولہ کس قدر ضروری ہے۔ جب پھیپھڑے کی طرف خون کے بہاؤ میں کمی ہوتی ہے تو پھیپھڑے کے پہلے حصے پر مرضِ سل (ٹی بی) حملہ آور ہوتا ہے۔ کیونکہ پھیپھڑوں کی طرف جانے والے جراثیم پھیپھڑے کے درمیانی حصے میں اکٹھے ہوتے رہتے ہیں۔ اگر پھیپھڑے تک وافر مقدار میں خون پہنچنا ممکن ہو تو تمام خلیات سیراب ہوتے ہیں۔ یہ سیرابی، ان خلیات کو قوتِ مدافعت بخشنے کا اہم سبب بنتی ہے۔ سجدے پھیپھڑوں کے خلیوں کو قوتِ مدافعت دیتے ہیں اور انھیں بیماریاں لگنے سے محفوظ بنا دیتے ہیں۔

ہارمونز کی مستعدی میں نماز کے اثرات

جاپان کی ہیروسا کی یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کے ایک سائنس دان تکاہاشینو بیوشی نے پیشاب کے بارے میں اپنے تحقیقاتی مطالعات کے بعد بتایا ہے کہ زیادہ دیر تک کھڑے ہونے کی صورت میں جسم میں ضرر رساں ہارمونز بننے میں اضافہ ہو جاتا ہے، جب کہ اس حالت میں نفع رساں ہارمونز کی پیدائش کم ہو جاتی ہے۔ لیٹنے کی حالت میں مفید ہارمونز کی افزائش بڑھتی ہے اور نقصان دہ ہارمونز کی تعداد گھٹتی ہے۔ ان ہارمونز کی بناوٹ میں سجدے کی حالت بھی لیٹنے کی حالت سے ہی مشابہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سجدوں کی حالت کو اس حالت کی مانند ہی سمجھا جاتا ہے جو جسم کو صحت کے فوائد عطا کرتی ہے اور پھر اس پر زیادہ وقت بھی صرف نہیں ہوتا۔ سجدے قلب دماغ، گردوں، پھیپھڑوں اور دیگر تمام اعضا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ملحوظ رہے کہ بعض منفعت بخش ہارمونز کے بننے سے جسم کو کچھ فائدے ملتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان فجر کے وقت تازگی ونشاط محسوس کرتا ہے، کیونکہ اس کے جسم میں کورٹیسون کی مقدار زیادہ ہوتی ہے مگر شام کو وہ جسم سے کورٹیسون کے جاتے رہنے سے تھکاوٹ، سُستی، اور اضمحلال محسوس کرتا ہے۔ کورٹیسون کی کمی سے انسان اپنی ہڈیوں میں بوجھ محسوس کرتا ہے، خون میں کیلشیم بڑھ جاتا ہے اور دانتوں اور ہڈیوں کو طاقت فراہم کرنے والے وٹامن کی تحلیل میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ کھڑے ہونے کی حالت میں خون کی رگوں میں سکڑنے اور سمٹنے کی بنا پر کورٹیسون ہارمون کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ فشارِ خون کی حفاظت ہو سکے۔ اگر یہ ہارمون حد سے زیادہ ہو جائے تو اس کا جسم پر منفی اثر پڑتا ہے۔ انسان گھبراہٹ، بے آرامی، بے چینی اور غیظ وغضب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تہجد کی فضیلت اور دائیں کروٹ سونے کا فائدہ

طبی تحقیقات ومطالعات نے ثابت کر دیا ہے کہ سونے کی جتنی بھی شکلیں ہیں ان میں سے سب سے بہتر دائیں کروٹ سونا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو اس طرح وضو کر لو جیسے تم نماز کے لیے وضو کرتے ہو، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ۔ انسان جب دائیں جانب لیٹ کر سوتا ہے تو دل کا شمالی حصہ تقریباً چار سنٹی میٹر بلند ہوتا ہے۔ دل سینے میں بالکل عمودی حالت میں واقع نہیں ہے، بلکہ وہ سینے کی نیچے جانب بائیں طرف کو جھکا ہوا ہے، جب کہ دل کی بلند جانب دائیں طرف ۱۰ درجے کی مقدار میں ہے۔ لہٰذا دائیں کروٹ سونا اس بات میں مدد کرتا ہے کہ بائیں حصے سے، یعنی دل کے اُونچے حصے سے خون جسم کی تمام اطراف میں شریان کبیر (aorta) کے ذریعے جاری رہے۔

دائیں طرف سونے کی حالت میں بائیں ہاتھ کے ماسوا تمام اعضائے بدن یا تو دل کی سطح کے برابر ہوتے ہیں یا دل سے نیچے ہوتے ہیں، لہٰذا خون جسم کے زیادہ تر اجزا میں تیزی اور آسانی کے ساتھ کشش ثقل کے قانون کی رُو سے جاری ہوتا ہے جس سے جسم کو بہت راحت وسکون ملتا ہے۔ دل کو یہ راحت کھڑے ہونے، بیٹھنے یا چلنے کی حالتوں میں نہیں ملتی کیونکہ ان حالتوں میں دل اس پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ ان اعضا تک خون پہنچائے جو ۹۰ درجے کے زاویے کی مقدار میں اس سے اونچے ہوتے ہیں۔ جب ہم نیند سے بیدار ہونے کے

بعد نمازِ تہجد ادا کرتے ہیں تو خون دائیں اور بائیں دونوں جانب برابر چلتا ہے۔ سجدوں کی حالت میں دل کا عمل ہلکا ہوجاتا ہے، کیونکہ دل آسانی کے ساتھ خون کو سر تک پہنچاتا ہے، یوں دل کو آرام کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ دماغ، پھیپھڑے اور دل سے مربوط رگیں اور سینے سے اُوپر تک واقع تمام اعضا، سجدے کی حالت میں دل کی سطح سے نیچے ہوتے ہیں، لہٰذا خون آسانی اور تیزی کے ساتھ ان اعضا تک پہنچتا ہے۔ یوں نمازِ تہجد نماز گزار کی تندرستی کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہے۔

نمازِ تہجد کے وقت ہر طرف خاموشی ہوتی ہے۔ تہجد گزار کو نماز کے کلمات واذکار، خصوصاً قرآنِ مجید کی آیات میں تدبر، غور وفکر اور تامل کا موقع ملتا ہے۔ سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ غور وفکر سے نفسیاتی دباؤ کم ہوجاتا ہے۔ دل کی دھڑکنیں پُرسکون ہوتی ہیں۔ غور وفکر سے شریانوں پر حملے کا احتمال کم ہوجاتا ہے۔ یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ رات کے تین بجے سے لے کر صبح کے چھے بجے کے مابین جسمِ انسانی میں، خون میں کورٹیزون کے بلند ہونے سے، اس وقت دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ فضا میں اوزون کی موجودگی سے اس کا اثر جسم پر پڑتا ہے۔ لہٰذا اس وقت اگر ہم نمازِ تہجد، نمازِ فجر اور تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول ہوجائیں تو ان اعمال کی برکت سے ہم اس دورانیے کے مضر اثرات اور ان سے جنم لینے والے مسائل سے بچ سکتے ہیں۔

نماز اور ذہنی صحت

مسلمان ہمیشہ پر امن رہے ہیں۔ ان کا دین اسلام ہے جس کے معنی ہی سلامتی ہیں۔ مسلمان جب بھی کسی انسان سے ملتا ہے تو اسے السلام علیکم کہہ کر، سلامتی ورحمت کا تحفہ دیتا ہے۔ جدید تحقیقات سے پتا چلا ہے کہ نماز تشدد، سختی اور جرائم سے باز رکھتی ہے۔ مسلمان جب سجدہ کرتا ہے تو اس کے دماغ تک وافر مقدار میں خون پہنچتا ہے۔ چنانچہ مغز میں برپا ہونے والے برقی وکیمیاوی عمل میں سجدے سے مدد ملتی ہے۔ اس سے نمازی کو بردباری اور سمجھ ملتی ہے، جب کہ سجدہ نہ کرنے والوں کے دماغ اس تر وتازگی اور تراوٹ سے خالی اور محروم رہتے ہیں۔ ان کے دل نرمی سے دُور رہتے ہیں۔ نماز انسان کو نہ صرف سختی اور تشدد سے باز رکھتی ہے بلکہ بے حیائی اور برائی سے بھی روکتی ہے۔ اگر ہم امتِ مسلمہ اور غیر مسلموں دونوں کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں اور ان میں جرائم کی شرح کا موازنہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ اُمتِ مسلمہ میں مظالم ومنکرات کم ہیں، جیسے سود خوری، بدکاری، شراب نوشی، منشیات کا استعمال، استعماریت، لوٹ کھسوٹ اور جنسی بے راہ روی، ایڈز وغیرہ۔ یہ تمام مہلک امراض مسلمانوں میں نہ ہونے کے برابر ہیں اور ان میں بھی وہی نام نہاد مسلمان مبتلا ہوتے ہیں جو اسلام سے قطعی دور اور غیر اسلامی طرزِ زندگی کے قریب تر ہوتے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ تو اپنے پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں میں شرافت، نرم دلی، رحمت، عدل اور احسان کی صفاتِ حسنہ پائی جاتی ہیں۔ یہ نتیجہ ہے ایمان اور عبادات کی ادائیگی کا۔ سختی، تشدد، خیانت اور دھوکا یہ سب شرک وکفر کے کڑوے پھل ہیں۔ یہ انھی دلوں میں اُگتے ہیں جن پر اللہ نے ان کے کفر وتکبر کی وجہ سے لعنت کی ہے۔

بقیہ: حب دنیا اور بعث کا انکار

ہاں ابلیس کی چال کیسے چل سکتی ہے اور کس طرح وہ کامیاب ہوسکتا ہے اور وہ اس طرح کہ انسان قیامت کا انکار کر ڈالے اس انسان کے مزاج پر حب دنیا اور استکبار غالب آجائے اور اگر ایسا ہوگیا تو یقینی بات ہے انسان ابلیس کی اطاعت کرنے لگے گا اور ابلیس کے لشکروں میں شامل ہوجائے گا اور جس طرح اس دنیا میں یہ جنگ ازل سے جاری ہے اور ابلیس اور اس کے زیر اثر اس کے ساتھی طواغیت بنی انسان کو اجالوں سے اندھیروں میں لے جانے کی کوشش میں مصروف عمل ہیں اسی طرح حزب اللہ میں شامل لوگ جن کو اللہ تعالی اندھیروں سے روشنیوں میں لایا ہے بنی انسان کو ابلیس اور اس کے لشکروں سے بچانے کی کوشش میں مصروف عمل ہیں یہ جنگ کوئی معمولی جنگ نہیں اور اس میں شامل وہ مومن جو بیداری کی حالت میں ہیں جن کے دن رات اس فکر میں ہیں کہ اللہ تعالی نے جو مقام اس امت کو عطا کیا اس کو بحال کرنا فرض عین اور سب سے اہم ترین عمل ہے اس دور کے اولیاء اللہ تعالی ہیں اور اس دور کے بہترین ترین انسان ہیں اور اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کی عزت کی جائے کیونکہ عزت تو اللہ تعالی کی اس کے رسولوں کی اور اس کے بندوں کی ہے اور منافقین یہ بات نہیں جانتے اور حق بات یہ ہے کہ نصیحت کم ہی لوگ قبول کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دسترخوان

معاشی اصلاحات کے بعد آپؒ کا دوسرا سب سے اہم کارنامہ انصاف کی فراہمی تھا۔

آپؒ کی اصلاحات مقتدر طبقے کو اور پھر خاص کر شاہی خاندان کے افراد کو بہت ناگوار گزر رہی تھیں۔

تاریخِ اسلام میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد جس خلیفہ کا نام انتہائی عزت و احترام سے لیا جاتا ہے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہا اللہ ہیں جو بنواُمیہ کے ساتویں خلیفہ تھے۔ آپؒ کی مدت خلافت اگرچہ تین برس سے بھی کم ہے مگر اس مختصر عرصے میں آپ نے جو اصلاحات کیں اس سے نہ صرف پورا ملک مستفید ہوا بلکہ بعد میں بھی اس کے نہایت دُوررس نتائج برآمد ہوئے۔ خاص طور پر ملک کی اقتصادی اور معاشی پالیسی آپ نے جس نہج پر بنائی اس کی مثالیں آج بھی دی جاتی ہیں۔ آپؒ نے پہلی بار اُموی خلفا کے برعکس بیت المال کو عوام کی امانت قرار دیا۔ آپؒ سے قبل جن خلفاء اور حاکموں نے اختیارات کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر لوگوں کی زمینوں اور املاک پر بزورِ ظلم و زیادتی قبضہ کیا ہوا تھا یا سرکاری املاک کو اپنی جاگیریں قرار دیا تھا، آپؒ نے ان سب کو ضبط کر لیا۔ اکثر اپنے اصل مالکوں کو لوٹا دیں جو باقی بچا اس کو سرکاری املاک قرار دے دیا۔ آپؒ نے ہر صوبے کی آمدن کو اس صوبے پر خرچ کرنے کی پالیسی بنائی۔ اس کے باوجود اگر رقم بچ جاتی تو وہ دارالخلافہ بھیجی جاتی تھی جہاں اس کو ضرورت کے مطابق خرچ کیا جاتا تھا۔ اس معاشی پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض صوبے اس قدر آسودہ حال ہو گئے کہ صدقے کی رقم بھی مرکزی بیت المال کو بھیجی جانے لگی، جب کہ مرکز میں اخراجات میں انتہائی احتیاط برتی جاتی تھی۔ بے جا اخراجات پر سخت کنٹرول تھا، جس کے سبب اخراجات خصوصاً شاہی اخراجات نہ ہونے کے برابر رہ گئے۔ اس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ خود حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہا اللہ کے اہل و عیال کے کھانے پینے کا یومیہ خرچہ صرف دو درہم تھا، حالانکہ خلیفہ بننے سے قبل آپؒ نے انتہائی پُرتعیش زندگی گزاری تھی مگر خلیفہ بننے کے بعد آپؒ نے سب کچھ ترک کر دیا اور رعایا کی خدمت ہی کو اللہ تعالیٰ کی رضا قرار دیا۔

معاشی اصلاحات کے بعد آپؒ کا دوسرا سب سے اہم کارنامہ انصاف کی فراہمی تھا۔ انصاف کی فراہمی میں آپؒ نے کسی کی پرواہ نہ کی اور نہ کسی کو خاطر میں لائے۔ قانون کی نظر میں سب برابر تھے۔ کسی قسم کا معاشی یا خاندانی مقام و مرتبہ انصاف کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکتا تھا۔ جس کی وجہ سے قانون شکنی کا رجحان ختم ہوا۔ کوئی بھی غیر قانونی کام کرنے سے پہلے ہر شخص کو سو بار سوچنا

پڑتا تھا، اس لیے بہت جلد ملک بھر میں محاورتاً نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں انصاف کا بول بالا ہوگیا۔ فراہمی عدل کے سلسلے میں آپ حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے نقشِ قدم پر چلے اور تاریخ میں اَن مٹ نقوش چھوڑ گئے۔ آپؒ کے ان ہی اقدامات کی وجہ سے آپؒ کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد پانچویں خلیفۂ راشد قرار دیا جاتا ہے۔

آپؒ کی اصلاحات مقتدر طبقے کو اور پھر خاص کر شاہی خاندان کے افراد کو بہت ناگوار گزر رہی تھیں۔ وہ اس روک ٹوک کے بھلا کہاں عادی تھے۔ اس لیے پسِ پردہ سازشوں کا تانا بانا بُننے لگے بالآخر آپؒ کے ایک غلام کو ورغلانے میں کامیاب ہوگئے جس نے آپؒ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ کا سالِ وفات ۷۲۰ عیسوی ہے۔

یہاں ہم اس عظیم خلیفہؒ کے دسترخوان کا حال بیان کرتے ہیں جس کا تذکرہ تاریخ کی مختلف کتابوں میں جگہ جگہ ہوا ہے۔

خلافت سے قبل آپؒ کا طعام بھی آپ کے لباس کی طرح اچھا خاصا پُرتکلف ہوا کرتا تھا مگر خلیفہ بننے کے بعد آپؒ نے زہد وقناعت اختیار کی۔ تعیّشات اور تکلفات کو یک سر موقوف کر دیا۔ کھانا انتہائی سادہ اور ایک سالن پر مبنی ہوتا تھا۔ آپؒ کا معمول تھا کہ جب آپ کا کھانا تیار ہوجاتا تو کسی برتن میں ڈھک کر رکھ دیا جاتا۔ جب آپؒ کو کاروبارِ خلافت سے ذرا فرصت ملتی تو خود ہی اُٹھا کر اسے تناول فرماتے تھے۔

خاندانِ بنی اُمیہ میں مسلمہ بن عبدالملک سب سے زیادہ مال دار، ناز ونعمت کا دلدادہ اور کھانے پینے کے معاملے میں انتہائی فضول خرچ تھا۔ آپؒ کو جب اس کے کھانے پینے کے بارے میں انتہائی اسراف کا حال معلوم ہوا تو اسے صبح سویرے طلب کیا اور ظہرانے پر مدعو کیا۔ اس کے ساتھ باورچی کو ہدایت کی کہ میرا کھانا حسبِ معمول ہوگا، جب کہ ظہرانے میں مہمان کا کھانا انتہائی پُرتکلف اور متنوع ہونا چاہیے مگر اسے تاخیر سے پیش کیا جائے۔

مسلمہ بن عبدالملک صبح سے لے کر دوپہر تک کاروبارِ خلافت دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی بھوک چمک اُٹھی مگر کھانا ابھی تیار نہ تھا۔ تاہم اس دوران حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عمداً اپنا کھانا منگوایا جو صرف مسور کی دال پر مشتمل تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''آپ کے کھانے میں ذرا دیر ہے، تاہم اگر آپ میرے ساتھ شریکِ طعام ہونا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں''۔ چونکہ وہ اس وقت بھوک سے بے تاب تھے اس لیے خلیفہ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے اور خوب جی بھر کر کھایا۔ اسی وقت آپؒ کے اشارے پر خدام نے خصوصی کھانا لگایا تو آپ نے مسلمہ بن عبدالملک سے فرمایا کہ آپ کا کھانا تیار ہے، تناول فرمائیں۔ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں سیر ہو چکا ہوں۔ اب بالکل گنجائش نہیں۔ یہ سن کر آپؒ مسکرائے اور فرمایا: اے مسلمہ! جب بھوک کے لیے صرف مسور کی دال کافی ہوسکتی ہے تو پھر اس کے لیے اتنا بے جا اسراف اور تکلفات کیوں؟ مسلمہ ذہین اور دانا آدمی تھے، فوراً بات سمجھ گئے اور انھوں نے اپنی اصلاح کرلی۔

ایک مرتبہ آپؒ کی پھوپھی کچھ نجی مسائل پر آپ سے صلاح مشورے کے لیے تشریف لائیں۔ اس وقت آپ دسترخوان پر بیٹھے رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ پھوپھی نے دیکھا کہ دسترخوان پر چند ایک چھوٹی چھوٹی روٹیاں، کچھ نمک اور ذرا سا زیتون کا تیل رکھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا: امیرالمومنین! میں تو اپنی ایک ضرورت کے تحت آپ سے مشورہ لینے آئی تھی، مگر آپ کو دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اپنی ضرورت سے قبل مجھے آپ کو ایک مشورہ دینا چاہیے۔ آپؒ نے کہا: پھوپھی جان! فرمایئے۔ انھوں نے کہا: آپ ذرا نرم اور بہتر کھانا کھایا کریں۔ یہ سن کر آپ نے کہا: یقیناً آپ کا فرمانا بجا ہے، مجھے چاہیے کہ میں ایسا ہی کروں، مگر اس کا کیا کیجیے کہ مجھے بیت المال سے سالانہ ۲۰۰ دینار کا وظیفہ ملتا ہے اور اس میں اتنی گنجایش نہیں ہوتی کہ نرم اور بہتر کھانا کھا سکوں، جب کہ پیٹ کی خاطر مقروض ہونا مجھے گوارا نہیں۔

ایک دفعہ زیان بن عبدالعزیز آپؒ کے پاس آئے۔ کچھ دیر تک بات چیت ہوئی۔ دورانِ گفتگو آپ نے کہا: کل رات مجھ پر بہت گراں گزری۔ رات بھر کروٹیں بدلتا رہا، نیند بھی بہت کم آئی۔ میرا خیال ہے اس کا سبب وہ کھانا تھا جو رات کو میں نے کھایا تھا۔ زیان نے پوچھا: رات کو کیا کھایا تھا؟ آپ نے جواب دیا: مسور کی دال اور پیاز۔ اس پر زیان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے مگر آپ نے خود ہی اپنے اُوپر پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ اتنی سخت پابندیاں بھی کچھ اچھی نہیں۔ آپ کو اچھا اور عمدہ کھانا لینا چاہیے۔ اس پر آپ نے تاسف بھرے لہجے میں کہا: میں نے تجھے بھائی سمجھ کر اپنا بھید تجھ پر کھولا مگر افسوس کہ میں نے تجھے اپنا خیر خواہ نہیں پایا، آیندہ محتاط رہوں گا۔

ابواسلم کہتے ہیں کہ ایک دن آپؒ کا ایک مہمان آیا ہوا تھا۔ آپ نے غلام کو کھانا لانے کو کہا۔ غلام کھانا لے آیا جو چند چھوٹی چھوٹی روٹیوں پر مشتمل تھا، جن پر نرم کرنے کے لیے پانی چھڑکا ہوا تھا اور ان کو روغنی بنانے کے لیے نمک اور زیتون کا تیل لگایا گیا تھا۔ رات کو جو کھانا پیش ہوا وہ دال اور کٹی ہوئی پیاز پر مشتمل تھا۔ غلام نے مہمان کو وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اگر امیرالمومنینؒ کے ہاں اس کے علاوہ کوئی اور کھانا ہوتا تو وہ بھی ضرور آپ کی مہمان نوازی کے لیے دسترخوان کی زینت بنتا، مگر آج گھر میں صرف یہی کھانا پکا ہے۔ امیرالمومنین نے بھی اس کھانے سے روزہ افطار فرمایا ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ نمازِ عشاء کے بعد اپنی صاحب زادیوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور ان کی مزاج پُرسی فرماتے۔ ایک رات جب آپ بیٹی کے پاس تشریف لے گئے تو صاحب زادی نے منہ پر ہاتھ رکھا اور ذرا فاصلے پر کھڑی ہوگئیں۔ آپ کو تردّد ہوا تو خادمہ نے عرض کیا: حضور بچیوں نے ابھی کھانے میں مسور کی دال اور کچی پیاز کھائی ہے، بچی کو گوارا نہ ہوا کہ آپ کو اس کی بو محسوس ہو۔ یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا: بیٹی! تمھیں کیا یہ منظور ہوگا کہ تم انواع و اقسام کے لذیذ اور عمدہ کھانے کھاؤ اور اس کے بدلے میں تمھارے والد کو دوزخ ملے۔ بیٹی یہ سن کر سسک پڑی اور آپ کے گلے لگ گئی۔

مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نمازِ فجر کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلوت خانے پر حاضر ہوا جہاں کسی اور کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ اس وقت ایک لونڈی صیحانی کھجور کا تھال لائی جو آپ کو بہت پسند تھیں اور اسے رغبت سے کھاتے تھے۔ آپؒ نے دونوں ہاتھوں سے کچھ کھجوریں اُٹھائیں اور پوچھا: مسلمہ! اگر کوئی اتنی کھجوریں کھا کر اس پر پانی پی لے تو کیا خیال ہے یہ رات تک اس کے لیے کافی ہوگا؟ میں نے عرض کیا: مجھے صحیح اندازہ نہیں، میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ کھجوریں کم تھیں۔ اس پر آپ نے کھجوروں سے اوک بھرا اور پوچھا: اب کیا خیال ہے؟ اب چونکہ مقدار زیادہ تھی اس لیے میں نے کہا: امیرالمومنین! اس سے کچھ کم مقدار بھی کافی ہوسکتی ہے۔

کچھ دیر توقف کے بعد آپؒ نے کہا: اگر اس قدر کھجوریں کافی ہیں تو پھر انسان اسراف کر کے اپنا پیٹ کیوں نارِ جہنم سے بھرتا ہے۔ یہ سن کر میں کانپ اُٹھا اور بعد میں کھانے پینے کے معاملے میں نہایت کفایت شعاری سے کام لینے لگا۔

جب آپ کا وقت وصال آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو طلب کیا اور ان سے فرمایا: بچو! میں جا رہا ہوں، میرے پاس کوئی دنیاوی مال و متاع نہیں کہ تم کو دے سکوں لیکن تمھارے لیے خیر کثیر چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم جب کسی مسلمان یا ذمّی کے پاس سے گزرو گے، اپنے لیے عزت واحترام ہی پاؤ گے۔ وہ تمھارا حق پہچانے گا کہ یہ اس خلیفۂ عادل کی اولاد ہے جس نے اپنی رعایا کو سب کچھ دیا مگر اپنی اولاد کو کچھ لینے نہیں دیا۔ اللہ تمھارا حامی و نگہبان ہو۔ اللہ تعالیٰ تمھیں رزق دے گا اور خوب دے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن قاسم بن محمد ابی بکرؒ فرماتے ہیں: جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوا تو ان کے گیارہ وارث تھے اور ترکہ میں کل ۱۷ دینار تھے۔ پانچ دینار کفن پر خرچ ہوئے، دو دینار میں قبر کے لیے جگہ خریدی گئی، باقی اولاد پر تقسیم ہوئے تو ہر لڑکے کے حصے میں فی کس ۱۹ درہم آئے اور جب ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا اور اس کا ترکہ اس کی اولاد میں تقسیم ہوا تو ایک ایک بیٹے کے حصے میں دس دس لاکھ دینار آئے۔ بعد میں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اولاد میں سے ایک نے جہاد کے لیے ایک دن میں ۱۰۰ گھوڑوں کا عطیہ دیا، جب کہ ہشام بن عبدالملک کی اولاد میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس قدر تنگ دست ہو چکا تھا کہ لوگ اس بے چارے کو صدقہ وخیرات دیا کرتے تھے۔

(نوٹ) جب ایسے تھے مسلمانوں کے حکمران تو ایسے تھے مسلمانوں کے حالات اور ایسا تھا انصاف کا بول بالا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے وفات کے کچھ عرصہ بعد ایک چرواہا شہر آیا اور لوگوں سے کہا کہ لوگو! حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہو گیا ہے لوگوں نے پوچھا تو تو جنگلوں میں پھرتا رہتا ہے تجھے کیسے پتہ؟ تو اس نے کہا کہ فلاں دن میری بکریاں گھاٹ پر پانی پی رہی تھیں کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور میرے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ پس میں سمجھ گیا کہ امیر المؤمنینؒ کا انتقال ہو گیا ہے، کیونکہ ان کے دور خلافت میں کبھی کسی بھیڑیئے نے یہ جرأت نہیں کی تھی۔ جب لوگوں نے معلوم کیا تو واقعی اسی دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔

جب تک ہم اس نظام کی طرف لوٹ کر نہیں آجاتے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بنایا ہے یاد رکھو کہ ہمیں کوئی عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا نہیں مل سکتا۔۔۔۔

کیا مذہب خوف اور لالچ کی بنیاد پر بنا ہے؟

ذیشان وڑائچ

آج کل مختلف ذرائع سے اس بات کا پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ مذہب کی بنیاد خوف ہے۔یعنی مذہب یا مذاہب کے بانی انسان کو اس خوف میں مبتلا کرتے ہیں کہ اگر مذہب کو نہیں مانو گے یا مذہب جو رویہ اختیار کرنے کو کہتا ہے اس کے مطابق نہیں چلو گے تو ایک برے انجام سے دوچار ہو جاؤ گے۔ انسان اس خوف کی بنیاد پر مذہبی بنتا ہے۔اس طرح یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ مذہب انسان کی اس کمزوری کا استحصال کر کے انسان کو اپنا پابند بناتا ہے۔چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لئے یہاں پر صرف اسلامی تناظر میں بات کی جائے گی۔ہم جب قرآن میں دیکھتے ہیں کہ کفر کرنے والوں اور اللہ کے احکامات کو رد کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب کی وعید دی جارہی ہے تو ہمیں بھی لگتا ہے کہ بات صحیح ہے۔

اس الزام کے ساتھ ایک اور الزام بھی نتھی کر دیا جاتا ہے کہ مذہب نہ صرف خوف بلکہ لالچ اور حرص کی بنیاد پر بھی ہے۔یعنی انگریزی محاورے کے مطابق مذہب سٹک اور کیرٹ (Stick Caroot) کی چال چل کر انسان کو اپنا پابند بناتا ہے۔جب ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے بڑے بڑے انعامات رکھے ہیں تو ہمیں لگتا ہے کہ واقعی میں الزام صحیح ہے۔اول تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ خوف اور لالچ کی بنیاد پر کسی کو پابند بنانے میں برائی کیا ہے؟ مثلاً اگر کوئی بندہ اپنے ملک کے قانون کی پابندی نہیں کرے گا تو اسے سزا ملنے کا خوف دلایا جاتا ہے۔اگر کسی کمپنی میں سیلز مین زیادہ سیلز کرے گا تو اسے کمیشن کا لالچ دیا جاتا ہے۔اور اگر مطلوبہ ٹارگٹ حاصل نہ کرے تو اسے اپنے روزگار سے ہاتھ دھونا پڑ سکتا ہے۔اگر طالب علم محنت کر کے مطلوبہ نمبر حاصل نہ کرے تو وہ فیل ہو سکتا ہے اور اگر طالب علم زیادہ محنت کر کے پوری کلاس میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرے تو اسے انعام ملے گا۔اوپر کی تمام مثالوں پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام حالتوں میں خوف اور لالچ کا استعمال بالکل صحیح ہے اور کوئی اسے غلط نہیں سمجھتا۔تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان تمام حالات میں خوف اور لالچ کا استعمال ہمیں برا کیوں نہیں لگتا اور مذہب میں اس کے استعمال پر اعتراض کیوں؟اس کی وجہ یہ کہ ہم قانون کی پابندی کے اخلاقی اور منطقی جواز کے قائل ہیں۔اسی طرح ہم اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ایک کمپنی کسی کو تنخواہ دے رہی ہے تو اس ملازم کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ کمپنی کو فائدہ پہنچائے۔اسی طرح ہم اس بات کو بھی منطقی مانتے ہیں کہ تعلیم کے لئے امتحانات ضروری ہوتے ہیں اور کامیاب طالب علم کو ہی اگلی کلاس میں بھیجا جانا چاہئے۔یعنی اگر کسی چیز کا منطقی اور اخلاقی جواز موجود ہو تو اس کے لئے خوف اور لالچ کا استعمال بالکل ہی جائز ہونا چاہئے۔یہ جب غلط ہے جب کسی کو خوف یا لالچ دلا کر کسی ایسے کام پر مجبور کیا جائے جس پر اس کا ضمیر مطمئن نہیں ہو۔یا یہ جب غلط ہے جب خوف کی ایسی کیفیت پیدا کیا جائے کہ اس بندے کو اس کے اخلاقی یا منطق جواز پر غور کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔اب ذرا قرآنی نکتہ نظر کو دیکھا جائے،قرآن تو اصل میں ہمیں دعوت دیتا ہے اور جس چیز کی دعوت دیتا ہے اس کے لئے انسان کی سمجھ اور شعور سے اپیل کرتا ہے، اس کے ضمیر کو جھنجوڑتا ہے، اپنی دعوت کے لئے انسانی فطرت، انسانی عقل اور انسانی تاریخ کو گواہ بناتا ہے۔اور

اس کے باوجود جب انسان قرآن کی دعوت کو رد کرتا ہے تو پھر خبردار کرتا ہے کہ تمہارا اس دعوت کو رد کرنا اس مقصد کی صریح خلاف ورزی ہے جس کے لئے تمہارے خالق نے تمہیں پیدا کیا۔ اس لئے اس سرکشی کے انجام میں سخت سزا دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کی طمع دلاتا ہے کہ تمہارے خالق نے جس مقصد کے لئے تمہیں پیدا کیا اگر اس مقصد کو پورا کرو گے تو اس کے نتیجے میں تم اللہ کے انعامات اور اس کی رضا کے مستحق ٹھہرو گے۔

حقیقت یہ ہے کہ سزا و جزا اللہ کے عدل کا لازمی تقاضا ہے۔ سزا و جزا پر اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ اللہ اپنے فرماں برداروں اور سرکشوں کے ساتھ ایک قسم کا معاملہ کرے۔ ایسا مطالبہ کرنے والوں کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا ہو، امتحان میں کم نمبر حاصل کرنے والوں کو فیل کر دیا جائے اور اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنے والے ملازم کو فارغ کر دیا جائے۔ الغرض اسلام میں سچ مچ خوف بھی ہے اور طمع بھی ہے۔ لیکن خوف و طمع سے پہلے اسلام اپنا اخلاقی اور منطقی مقدمہ پیش کرتا ہے اور پھر نہ ماننے والوں کو وعید اور ماننے والوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ اعتراض کرنے والے سیکولر اور ملاحدہ خوف اور طمع کا ذکر کچھ ایسے انداز میں کرتے ہیں گویا کہ اسلام ایک اندھا بہرا مذہب ہے اور اس میں فرماں برداری کرنے کی ترغیب کی بنیاد صرف اور صرف خوف و طمع ہے اور اس کی کوئی اخلاقی اور منطقی بنیاد نہیں ہے۔ اگر کوئی ملحد یا کافر اسلام کے پیش کردہ اخلاقی اور منطقی بنیاد پر مطمئن نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ اس جواز پر بحث کرے۔ یہ رویہ اختیار کرنا کہ گویا اسلام خوف و طمع کے علاوہ اپنا کوئی مقصد رکھتا ہی نہیں، ایک فریب ہے جس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دلوں میں تشکیک کے بیج بونے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس قسم کے اعتراضات میں ایک تناقض بھی ہوتا ہے جسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اسلام جو خوشخبریاں اور وعیدیں دیتا ہے اس کا اثر صرف اس پر ہو سکتا ہے جو اسلام پر یقین رکھتا ہے۔ جو اسلام پر یقین نہیں رکھتا ظاہر بات ہے کہ وہ ان خوشخبریوں اور وعیدوں پر بھی یقین نہیں رکھتا۔ اب اگر کسی پر اس خوف و طمع کا اثر ہو رہا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے اور اس کے خالق نے اسے ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ سزا و جزا کو ماننے والا لازمی طور پر سزا و جزا کے اخلاقی اور منطقی جواز پر پہلے سے مطمئن ہوتا ہے۔ جو شخص اسلام پر یقین نہیں رکھتا وہ اسلام کی بیان کردہ خوشخبریوں اور وعیدوں پر بھی یقین نہیں رکھے گا۔ اس لئے اس پر نہ اسلام کی پیش کردہ دھمکیوں کا کوئی اثر ہوگا اور نہ اسلام کی مجوزہ تحریص و ترغیب کا۔ ایسے میں اسلام کی تشریح خوف و طمع کی بنیاد پر کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا سوائے اس کے کہ اعتراض کرنے والا ابھی یہی طے نہیں کر پایا کہ وہ اسلام کو مانے یا رد کر دے۔ الحاد و تشکیک کے دلدادوں کا مسئلہ ہی یہ ہے کہ وہ یہی طے نہیں کر پاتے کہ انہیں ماننا کیا ہے۔ یہ شہوات اور دنیا کی لذتوں کو منتہائے مقصود بنانے کے بعد اپنے انجام کے خوف کو کم کرنے کی بھونڈی کوشش ہے۔

(ماخوذ از: ایقاظ)

بقیہ: گرتے ہوئے زمین کے خدا

اوباما مر چکا ہے یہ اُس کا کوئی ہم شکل ہے، یا اشرف غنی بستر مرگ پر موجود ہے، نہیں کبھی بھی نہیں! یہ تمام ابہام تو صرف اُمت مسلمہ کو پریشان اور مایوس کرنے کے لئے ہیں مگر کفار اور اُن کے غلام میڈیا کو یاد رکھنا چاہیے کہ جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو اور جن کا خوف تم کھاتے ہو، ہم نہ تو اُن کو خدا سمجھتے ہیں نا ہی کوئی طاقت سمجھتے ہیں اور نا ہی اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کالے کو سفید یا سفید کو کالا کہتے ہیں، بلکہ ہم دنیا کے ان تمام نام نہاد بناوٹی خداؤں کا انکار کرتے ہیں جو اس وقت اوندھے منہ زمین پر گر رہے ہیں، یہ تمھارا میڈیا تو صرف "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" والا کردار ادا کر رہا ہے۔ ان شاءاللہ۔ شام ،یمن،صومالیہ، مالی، لیبیا، اور افغانستان سے تمھارے ان خداؤں کا سکوت ایسا ہوگا جیسے روس ایک وقت میں خود کو مافغانستان کا مالک کہتا تھا اور دوسرے دن وہ روس کی سرحد کو محفوظ بنانے کو پریشان تھا، صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ کسی بناوٹی اور حد سے گزرے شریعت کی خود ساختہ تشریح کرنے والوں سے خود کو دور رکھیں اور ہر معاملے میں شریعت الٰہیہ کا خود کو پابند رکھا جائے جہاد اور اہلسنت کے صحیح عقیدے کو سمجھا جائے، زمینی جھوٹے خداؤں کی طاقت سے مرغوب نہ ہوں بلکہ صرف اللہ کا خوف دل میں سجائے رکھیں۔ ایک چال یہ چلتے ہیں ایک چال ہمارا رب چلتا ہے، بے شک ہمارے رب کی ہر چال بھاری اور طاقت والی ہے۔۔۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت کے پہلوؤں کو اپنایئے

ہمارے اور آپ کے نبی جناب محمد ﷺ کی زندگی میں، صحابہ، تابعی اور تبع تابعین کی زندگی میں آپ ﷺ کے پیدائش کا دن بار بار آتا رہا مگر نبی کریم ﷺ کے ان جانثاروں اور متوالوں نے کبھی بھی اسے جشن کے طور پر نہیں منایا۔ نہ جلوس نکلا، نہ منڈپ سجائے اور نہ ہی گاجے باجے وڈی جے کے شور و غوغا سے عوام الناس کو تکلیف دی اس کے برعکس آج کے اس دور پُرفتن میں ہم اور آپ اصل دین، آپ ﷺ کی سیرت و صحابہ کے عملی کاموں سے کوسوں دور ہیں۔ کیا ہم اور آپ آج کسی یتیم و یسیر کی کفالت کرتے ہیں؟۔ کیا ہمیشہ سچ بولتے ہیں؟۔ کیا ہم نے کسی بیوہ سے اور وہ بھی عمر میں پندرہ سال بڑی سے نکاح کیا ہے؟۔ کیا کبھی کسی بیوہ کے نکاح ثانی کیلئے فکرمند رہے ہیں؟۔ کیا نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں؟۔ کیا کبھی انصاف کرتے وقت صرف اور صرف ہم نے سچائی کا دامن تھاما ہے؟۔ کیا ہم رشوت سے کوسوں دور ہیں؟۔ کیا ہم نے مظلوم اور حق پرست کی حمایت کی ہیں؟۔ کیا ہم نے برادران وطن کو اسلام پیش کیا ہے؟۔ کیا ہم نے والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہے؟۔ کیا ہم نے بڑوں کی عزت کی ہے اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آتے ہیں؟۔ کیا ہم نے قیدیوں کی رہائی کیلئے کوشش کی ہے؟۔ کیا ہم نے دین اسلام کی اشاعت میں حصہ لیا ہے؟۔ کیا ہمارا عورتوں کے ساتھ برتاؤ رحم دلی والا ہے؟۔ کیا ہم اپنے نوکر سے نرمی سے پیش آتے ہیں؟۔ کیا اپنے خاندان والوں کی کفالت حلال رزق سے کرتے ہیں؟۔ اس کے علاوہ کئی امور اور ہیں جہاں پر ہم نے ہمارے نبی رحمت ﷺ کے سیرت کے پہلوؤں کو بڑی بے دردی سے فراموش کیا ہے اور پھر بھی ہم شان سے آپ ﷺ کے اُمّتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ قارئین ٹھنڈے دل سے غور کیجئے؟۔ زبانی باتیں اور سیرت نبی ﷺ سے دوری ہم اور آپ کو بربادی کی طرف لے جانے والی چیزیں ہیں۔ آیئے آج ہی سے ہم اور آپ آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنا شروع کریں تاکہ اس پر عمل بھی ہو۔ اسی میں ہماری دنیاوی و اُخروی زندگی کی کامیابیاں پنہاں ہیں اور اس چیز کو

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے یوں بیان کیا ہے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اے اخوانِ عزیز!

یاد رکھیئے کہ دنیا میں امن، صلح اور ترک قتل و غارت کا تصور کتنا ہی خوشنما کیوں نہ ہو، مگر دنیا کی بدقسمتی سے اب تک اصلی قوت تلوار کی قوت اور زندگی کا سرچشمہِ آب حیات خون کی ندیوں اور فواروں ہی میں ہے۔ دنیا پر اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے کہ تلواروں کی صداقت ضعیف ہوئی ہو، اور امید نہیں کہ آئیندہ بھی ایسا زمانہ نصیب ہو۔ غریب اخلاق نے ہمیشہ اپنے تنگنائے بے کسی میں چھپ کر ایسی دنیا کی منتیں مانی ہیں کہ تمام کائنات انسانوں کی، ملائکہ معصومین کی بہشت زار بن جائے گی اور قتل وخون ریزی کو لوگ اسی طرح بھول جائیں گے، جس طرح موجودہ عالم نے امن اور صلح کو فراموش کر دیا ہے۔۔۔ اس آرزو کے حسن و جمال پر کون دل ہے جو فریفتہ نہیں ہوگا۔۔ لیکن کیا کیجیئے کہ دنیا امید اور آرزو ہی جگہ نہیں بلکہ حقائق ونتائج کی جگہ ہے، اور انسان جب تک فرشتہ نہیں بلکہ انسان ہے، اس وقت تک ایسی امیدوں کا اخلاق کے صفحوں سے باہر پتہ لگانا ممکن نہیں۔۔ آج اگر پوچھا جائے کہ قوموں کی زندگی اور زندگی کے مظاہر کہاں تلاش کیئے جائیں، تو اس کا جواب علم وفن کی بڑی بڑی درسگاہوں اور علوم الاولین والآخرین کے کتب خانوں سے نہیں ملے گا، بلکہ ان آہن پوش جہازوں کے مہیب طول وعرض سے جن کی قطاریں ساحل کے طول تک پھیلی ہوئی ہیں اور جن کے روزنوں سے آہن پوش توپوں کے دہانے نکلے ہوئے ہیں۔۔۔ ۱

پس حضرات وہ ہاتھ نہایت مقدس ہے جس میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہو۔ مگر زندہ وہی ہاتھ رہ سکتا ہے جس میں خونچکاں تلوار کا قبضہ ہو۔ یہی اقوام کی زندگی کا منبع، قیام عدل ومیزان کا وسیلہ، انسانی درندگی سے بچاؤ اور مظلوم کے ہاتھ میں اس کی حفاظت کی ایک ہی ڈھال ہے۔ ''ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کو کتاب دی اور میزان دی، تاکہ لوگ عدل اور انصاف پہ قائم ہوں، اور نیز لوہا پیدا کیا جو ہتھیاروں کی صورت میں سخت خطرناک بھی ہے اور نفع رساں بھی''۔

''مولانا ابوالکلام آزاد''